جون
2022ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 16	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران)	ذیقعدہ : 1443ھ
شمارہ : 06	اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر)	جون : 2022ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبداللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبداللہ ابراھیم

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِتعاون: اندرونِ ملک 600 روپے | معمول کا شمارہ: 60 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر مختار فاروقیؒ	7
قرآن کریم کا ترجمہ ومختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقیؒ	14
...... مطالعۂ سورۃ الکہف (6)	5	محمد نعمان اصغر	30
بیوی کا نان نفقہ	6	ساجد محمود انصاری	42
تربیت اولاد کے اسلامی اصول(7)	7	حافظ خالد حیات محمود	45
دیر آید درست آید	8	محمد منظور انور	51
شاکلہ ـــــ ہے کیا؟	9	ع۔ت بنت فاروقی	57
خوبصورت عمل	10	قرۃ العین خان	59
یادِ فاروقی	11		61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

(ادارہ) یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

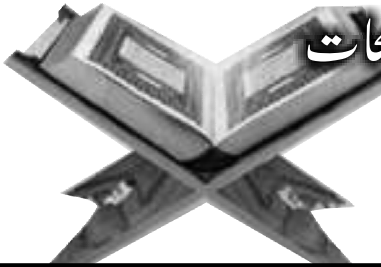

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ	آیات
سورة البقرة	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	196-194

اَلشَّهۡرُ الۡحَـرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَـرَامِ

ادب کا مہینہ ادب کے مہینے کے مقابل ہے

The forbidden month is retaliated, in the forbidden month;

وَالۡحُـرُمٰتُ قِصَاصٌ

اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں

And so are the sacred things subject to retaliation.

فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ

پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو

Whoever transgresses and attacks you Then retaliate against him, with the same force, as he attacked you with.

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

And fear Allah And keep in mind that
Allah is with the God fearing ones.

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اوراللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرو

And invest in the cause of Allah;

وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ وَاَحۡسِنُوۡا

اوراپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالواور نیکی کرو

And don’t cast yourselves into destruction
with your own hands; And achieve excellence.

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾

بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

Truly, Allah loves: the excellent ones.

وَ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ

اوراللہ (کی خوشنودی) کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو

Complete the Hajj (pilgrimage) and Umrah
(optional visit to Makkah) for the sake of Allah.

فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ

اوراگر (رستے میں) روک لیے جاؤ تو جیسی قربان میسر ہو (کردو)

But if you are prevented, Then sacrifice (there or if possible send)
the available Hadi (animal for sacrifice) to its destination.

وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَکُمۡ حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡہَدۡیُ مَحِلَّہٗ

اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ

And do not shave your heads, Until the Hadi reaches its
destination (i.e. it is sacrificed).

فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ بِہٖۤ اَذًی مِّنۡ رَّاۡسِہٖ

اوراگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو اگر وہ سر منڈا لے

But whoever among you is not well; Or he has
an ailment in his scalp (which necessitates shaving):

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْصَدَقَةٍ اَوْنُسُكٍ

تو اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے

Then he must, in compensation: either fast,
or do charity or make sacrifice.

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ

پھر جب (تکلیف دور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے

But when you are in peaceful condition (again); And anyone who wants to get advantage of performing Umarah before Hajj,

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

وہ جیسی قربانی میسر ہو، کرے

He has to sacrifice the available Hadi.

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ

اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو

But one who cannot afford Has to fast three days during the Hajj
And seven (more) when you return, (at completion of Hajj).

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

یہ پورے دس ہوئے

That's ten in total.

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

یہ حکم اس شخص کے لیے جس کے اہل و عیال مکے میں نہ رہتے ہوں

That is (a facility) for those, whose families: are not present, in vicinity of the sacred mosque (i.e. non-residents of Makkah).

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

And fear Allah; And keep in mind
That Allah is severe in punishment.

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ
وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً،

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قریب عمر کے کچھ نو جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر ہم نے آپ کے پاس بیس دن قیام کیا

وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحم دل اور نرم مزاج تھے

فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی خواہش ہوگئی ہے

فَسَأَلَنَا عَنْ مَنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ

آپؐ نے ہم سے ہمارے اہل خانہ بارے پوچھا جن کو ہم چھوڑ آئے تھے تو ہم نے آپ کو بتا دیا

فَقَالَ: ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ اور ان میں قیام کرو

وَ عَلِّمُوهُمْ وَ مُرُوهُمْ

اور (جو سیکھا ہے) اپنے گھر والوں کو سکھاؤ اور ان کو (بھلائی کا) حکم دو

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ

پھر جب نماز کا وقت ہو تو تم میں ایک آدمی اذان دے پھر تمہارا بزرگ تم کو نماز پڑھائے

(متفق علیه)

(فائدہ: دین کا جو علم کسی درس یا مجلس سے حاصل ہو وہ گھر والوں کو بھی سکھانا چاہیے)

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

حرفِ آرزُو

انجینئر مختار فاروقیؒ

یہ مضمون بانی مدیر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً آٹھ سال قبل اداریہ کے طور پر تحریر کیا تھا۔ قارئین کے افادہ اور معلومات کو تازہ کرنے کے لیے اس کو دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ صورتحال آج بھی وہی ہے اس لیے امید ہے کہ موجودہ حالات میں یہ مضمون مفید ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بھٹکی ہوئی قوم کو منزل سے ہمکنار کردے۔ آمین (ادارہ)

1 دنیا بھر میں اس وقت انسانیّت ایک عجیب ہیجانی کیفیّت سے دوچار ہے۔ بظاہر فاصلے سمٹ گئے ہیں، دوریاں ختم ہوگئی ہیں، معلومات کا سفر بہت آسان ہوگیا ہے، پہلے جو خبر مغرب سے مشرق تک ایک صدی میں پہنچتی تھی وہ اب دنوں نہیں بلکہ گھنٹوں میں پہنچ جاتی ہے۔ علم کے پھیلاؤ کا سفر بھی نہایت آسان اور تیز رفتار ہوگیا ہے۔ موبائل فون پر انسانوں کے درمیان سماجی رابطوں نے تو قیامت ڈھادی ہے اور غالباً اسی وجہ سے انسانیت مجموعی طور پر ایک ہیجانی کیفیت سے دوچار ہے بلکہ ہیجانی سے زیادہ ہذیانی کیفیت کہیں تو اکثر انسانوں کی نفسیّاتی کیفیات کی صحیح عکاسی ہوگی۔

2 دنیا میں اس وقت 186 سے زیادہ ممالک ہیں۔ بظاہر یہ ممالک آزاد ہیں اور اپنے معاملات میں خودمختار بھی مگر آج 'آزادی' کا جتنا چرچا کیا جاتا ہے درحقیقت 'انسانیت' اتنی ہی مجبور، مقہور اور مظلوم ہے۔

3 دوسرے لحاظ سے دنیا میں ایک تقسیم ترقی یافتہ ممالک اور غیر ترقی یافتہ ممالک کی ہے۔ درمیان میں کچھ تعداد ان ممالک کی بھی ہے جو نہ ترقی یافتہ ہیں اور نہ غیر ترقی یافتہ کہلاتے ہیں بلکہ ترقی پذیر ممالک کی فہرست میں شمار کیے جاتے ہیں۔ عالمی سطح پر ترقی یافتہ ممالک جس طرح دیگر ممالک کا استحصال بالجبر کر رہے ہیں اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ کسی ایک انسان کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کیا جائے (چاہے عورت ہو یا مرد) تو اسے بالجبر کہتے ہیں اور آج مغربی دنیا میں یہ بہت بڑا جرم ہے۔ مگر یہی ترقی یافتہ ممالک کمزور ممالک، کمزور اقوام اور پس ماندہ علاقوں کے انسانوں کا مسلسل جبری استحصال کر رہے ہیں اس 'جرم' کو کوئی جرم کہنے والا ہی نہیں۔

4 آج علم کی فراوانی، حقوق سے آگہی، اقوامِ متحدہ (UNO) کے تحت چلنے والے اداروں کے 'لشکر' کے باوجود ترقی یافتہ ممالک کی سینہ زوری اور کمزور پر فوج کشی، قرضوں کے ذریعے کنٹرول اور امداد کے نام پر UNO کی چیرہ دستیاں ایک طرف رہیں ثقافت، کھیل کود اور مشغلوں کی آڑ میں انسانیت کی تذلیل اور نئی نسل کی اخلاقی تباہی کا مشغلہ زوروں پر ہے اور یوں احترامِ انسانیت کا جنازہ اُٹھ گیا ہے۔

5 امریکی جاسوسی ادارہ CIA دنیا بھر کے 92 ممالک میں مداخلت کرتا ہے اور وہاں اپنی ناپاک مرضی کے مطابق معاملات کو چلانے کے لیے الیکشن سے لے کر حکومت کی تشکیل تک مداخلت کرتا ہے کوئی انکار کرے تو 'فوج' کو دعوت دی جاتی ہے ملکی آئین کی دھجیاں بکھیر دی جاتی ہیں تمام اصول بالائے طاق رکھ کر CIA کے مقاصد کے حصول کو ممکن بنایا جاتا ہے۔ اس گندے اور ناپاک کھیل میں کچھ لوگوں کو ضمیر فروشی اور قوم فروشی کے عوض کچھ ڈالروں کی زکاۃ بھی مل جاتی ہے۔ CIA کا بجٹ کئی ممالک کے مجموعی بجٹ سے زیادہ ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ امریکہ اب دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور وہ اپنی بالادستی چاہتا ہے اور دنیا کے کسی کونے سے بھی اُٹھنے والی مخالف آواز کو ہمیشہ کے لیے خاموش کرنا چاہتا ہے اور کر دیتا ہے۔

6 روئے ارضی کے انسانوں کو امریکی غلامی میں دینے کے کام میں مگن اس ادارے

کے تحت ہی ایک اطلاعاتی ادارہ وائس آف امریکہ (VOICE OF AMERICA) ہے جو CIA کے مجوزہ پلان اور منصوبے کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے مگر بُرا ہو میڈیا کا کہ آج سب لوگ اسی VOA کو سننا پسند کرتے ہیں اور اسی کی فراہم کردہ معلومات کو سب سے زیادہ قابل اعتبار اور قابل یقین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس ادارے کی معلومات 'زہر' کو SUGAR COATED کرکے پیش کی جاتی ہیں جو اقوام کے لیے سراسر زہر ہیں۔ اسی زمرے میں دوسرا ادارہ 'بی بی سی' ہے جسے دنیا بھر میں بڑے شوق سے سنا جاتا ہے یہ ادارہ گزشتہ صدی کی ایک سپر پاور (SUPER POWER) برطانیہ عظمیٰ کی باقیات کی یادگار رہے یہ ادارہ انسانیت کو اپنی آزادی اور صحیح معلومات تک رسائی کا دعویٰ کرکے دھوکہ دیتا ہے اور گزشتہ 9 دہائیوں سے یہ دھوکہ دے رہا ہے۔ مگر اس ادارے کی حقیقت یہ ہے کہ برطانوی وزارت دفاع کا حصہ ہے اور وہیں سے اس کا بجٹ آتا ہے اور یہ طویل عرصے سے برطانوی استبدادی عزائم کی آبیاری اور نگہداشت کے لیے کام کررہا ہے۔ اس کی تمام نشریات کا محور و مدار برطانوی اور دراصل پروٹسٹنٹ عیسائیت یا صیہونیت کے ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے راہ ہموار کرنا ہے اور ممکنہ عوامی ردعمل کو ختم کرنا ہوتا ہے۔

7 گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال کی عالمی تاریخ میں اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جن قوتوں نے کام کیا ہے اور جنگیں لڑی ہیں دسویں، گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی میں اس ٹکراؤ کا نام صلیبی جنگیں تھا اس لیے کہ پورا یورپ مذہبی جذباتی رومانس کے تحت بیت المقدس کو مسلمانوں سے آزاد کرنے کے لیے کئی دفعہ اُمڈ آیا تھا عیسائی پادری اور مبلغ گھر گھر جا کر ان جنگوں کے وعظ سنا کر اور فضائل سنا کر لوگوں کو تیار کرتے رہے اور حالت یہ تھی کہ اسے ایک مقدس جنگ ظاہر کیا گیا اور بیت المقدس کی طرف مسلمانوں سے جنگ کے لیے شہزادے اور یورپی راجے مہاراجے پیدل ننگے پاؤں سفر کرنے کو سعادت سمجھ کر آتے تھے۔

1189-92ء کی جنگوں میں مسلمان سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے یورپی عسکری طاقت کے ایسے چھکے چھڑائے کہ کئی صدیاں دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کر پائے۔ پھر

سلطنت بغداد ختم ہوگئی پھر سلطنت روما بھی ختم ہوگئی اور نصف یورپ پر مشرق میں قائم خلافت عثمانیہ کا جھنڈا لہرانے لگا تو صلیبی جنگوں کے پیچھے کارفرما دماغ نے سامنے آ کر مقابلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کو کمزور کرکے باہمی نزاعات میں لڑا کر دنیا پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنایا اور کئی صدیوں کی محنت کے بعد پہلی جنگ عظیم کے دوران سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔صرف ترکی ملک باقی رہ گیا اس پر بھی مصطفیٰ کمال اتاترک نامی ایک صہیونی ایجنٹ کو مسلّط کردیا گیا جس نے صہیونی ایجنڈے کے عین مطابق ترکی میں بھی اسلامی شعائر (پردہ،نماز،اذان وغیرہ) پر پابندی لگادی اور اسلامی قانون کے بجائے رومن لا نافذ کر کے مسلمانوں کو یورپی استبداد میں جکڑ لیا۔

8 گزشتہ صدی تک اسلام کی مخالف یہ طاقت صلیبی طاقت کہلاتی تھی اور کوئی طاقت در پردہ رہ کر مسلمانوں اور عیسائیوں کو میدان جنگ میں لا کر اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کرتی تھی۔مگر ایک صدی پہلے یہودی اکابرین کے طے شدہ پروٹوکالز (PROTOCOLS) کے منظر عام پر آنے کے بعد اور 1917ء میں فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کی اجازت سے اب یہودی خود شیر ہوگئے اور ایک 'سپر گورنمنٹ' UNO کا نام دے کر قائم کرلی، جس میں یہود نے پانچ عالمی طاقتوں کو خاص وعدوں کے عوض VETO کا حق دے دیا اور باقی تمام ممالک بالخصوص مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور عوام کو جبری استحصال کے ذریعے لوٹنا شروع کردیا۔مسلمان بھی بظاہر عیسائیوں کو اپنا دشمن سمجھتے رہے اور دنیا کے بیشتر ممالک کے انسان بھی مگر جوں جوں وقت گزرا معلوم ہوا کہ عیسائی عوام اور عیسائی ممالک کے حکمران تو استعمال ہوگئے وہ تو کٹھ پتلی تھے مسلمان حکمرانوں کی طرح عیسائی ممالک کے بادشاہ اور حکمران اپنے عوام کو دھوکہ دیتے رہے۔

9 امریکہ کے ایک صدر نے 1990ء میں عراق پر جنگ مسلّط کرکے اس کو ختم کرنے کے منصوبے کا اعلان کرکے ایک نئے عالمی نظام (NEW WORLD ORDER) کا اعلان کیا۔ یہ اعلان بظاہر بڑا میٹھا اور عوام دوست تھا مگر درحقیقت یہ JEW WORLD ORDER تھا۔ وہی یہودی عالمی حکومت جو پہلے دبے لفظوں میں اقوامِ متحدہ (UNO) کے نام سے جاری تھی وہ

کھل کر سامنے آ گئی۔

آج اسرائیل اور عالمی یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے اعلان کے بعد یہودیوں کی عالمی حکومت قائم ہو چکی ہے اور یہ عالمی حکومت UNO کے ذریعے مسلمان ملکوں پر پابندیاں لگا کر اور عیسائیوں اور یہودیوں کے خلاف کسی قرارداد کو ویٹو کر کے اپنے مقاصد کے حصول میں آنکھیں بند کیے ہوئے ہے۔ 1948ء سے مسئلہ کشمیر سرد خانے میں پڑا ہوا ہے جبکہ مشرق بعید میں تیموریہ کے نام سے عیسائی سلطنت قائم ہوگئی کریمیا پر روسی قبضے پر چند دنوں میں پابندیاں نافذ گئیں مگر کشمیر پر بھارت کے خلاف کوئی انگلی بھی نہیں اُٹھی۔ خود امریکہ نے اسی یو این او سے پابندیاں لگوا کر عراق کی مسلم آبادی کو تہس نہس کیا، لیبیا کو روند ڈالا مصر پر مظالم جاری ہیں شام میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے کشمیر میں بھارت کی مسلم کشی، احمد آباد اور مظفر نگر کے فسادات پر بھارت کے مجرمانہ کردار سے UNO سمیت عالمی طاقتوں کی چشم پوشی اسی عالمی گہری سازش کی نشانی ہے جو دراصل یہود ہی کی عالمی حکومت کے لیے جاری ہے۔

10 نیو ورلڈ آرڈر کی شروعات یہود کے نزدیک 1776ء کے امریکی انقلاب کے ساتھ ہی ہوگئی تھیں۔ ایک ڈالر کے امریکی نوٹ پر 1776ء کے سن کے ساتھ NOVO ORDO SECLORUM کے الفاظ درج ہیں۔ بظاہر سیکولر بن کر دراصل یہودی ناپاک مقاصد کا حصول اور UNO کے ذریعے حکومت کا قیام 1776ء سے یہودی منصوبہ تھا۔ اب نائن الیون کے بعد یہ عالمی حکومت عملاً قائم ہو چکی ہے اگرچہ بے شعور عوام کو ابھی تک اس کا احساس نہیں ہے۔اس عالمی حکومت کے شواہد درج ذیل ہیں:

- یہود کے نزدیک اقوام متحدہ کے پانچ مستقل ارکان جنہیں ویٹو کا حق حاصل ہے ان ممالک کی حکومت کے بناؤ اور بگاڑ میں یہودی لابی کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے لہٰذا اب ان ممالک کی طرف سے یہود کے خلاف کسی تنقید کا خطرہ نہیں ہے جبکہ یہ ممالک یہود کے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لیے ہر دم تیار رہتے ہیں۔
- ایک عالمی کرنسی وجود میں آ چکی ہے وہ ہے E-CURRENCY۔ عملاً آج

انسان کے پاس چاندی سونا اجناس کوئی ٹھوس چیز 'مال' کی شکل میں موجود نہیں ہے صرف ایک PASSWORD کے ذریعے ہم اپنے اکاؤنٹ کو چلاتے ہیں اکثر خریداری CREDIT CARD کے ذریعے ہوتی ہے۔ دنیا بھر کا سونا چاندی اور قیمتی دھاتیں یہود کے قبضے میں جا چکی ہیں۔

- دنیا بھر کی انڈسٹری پر 10 ملٹی نیشنلز کا قبضہ ہے۔ ہر انسان جو کچھ خریدتا ہے وہ چاہے PEPSI کی بجائے COCA COLA خریدے یا 7UP وہ سب کسی نہ کسی ملٹی نیشنلز کا ہی پروڈکٹ خریدتا ہے۔ یہ ملٹی نیشنلز یہودی ساھوکاروں کی ملکیت ہیں۔
- میڈیا چاہے اخبارات و رسائل ہو یا ٹی وی اور انٹرنیٹ اس پر بھی یہودی قبضہ ہے۔ حتیٰ کہ مشغلوں اور کھیلوں کے تمام ذرائع پر بھی یہودی قابض ہیں۔ جواء، سٹہ، سود، بینکوں کا لین دین سب یہودی لابی کے زیر اثر ہے۔
- زراعت پر بھی یہودی لابی ہائی برڈ بیج، زرعی ادویات، سپرے اور کھادوں کے ذریعے قابض ہو چکی ہے۔ اب روایتی بیج کی بجائے فیکٹریوں اور SEED CORPORATIONS کے بنائے ہوئے بیجوں کو خرید کر ہی اچھی فصل پیدا کی جا سکتی ہے۔ جیسے فارمی مرغی کے انڈے سے 'چوزہ' پیدا نہیں ہوسکتا اسی طرح اس ہائی برڈ گندم وغیرہ کے بیج سے نئی فصل نہیں اُگائی جاسکتی۔
- آج کی جنگ دراصل صیہونیت اور اسلام کی جنگ ہے جس میں عالم عیسائیت اور UNO صیہونیت کے 'فرنٹ مین' بنے ہوئے ہیں جو عیسائی عوام کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں، انسانیت کو بھی۔
- تعلیم اور ملکی سطح کے قرضوں وغیرہ پر بھی یہود قابض ہیں یا ان کے خصوصی منظورِ نظر افراد۔
- دنیا بھر کے ترقی پذیر یا غیر ترقی ممالک میں حکمران اور اپوزیشن ان کے مرضی کے افراد پر ہی مشتمل ہوتی ہے اسی لئے کسی ملک کے حوالے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی الیکشن تو ایک طرح سے عوام کو دکھانے کے ایک فلم ہوتی ہے جو چلائی جاتی ہے حکمرانوں کا فیصلہ بہت پہلے

یہودی ایوانوں میں ہو چکا ہوتا ہے۔

11 ان حالات میں اب عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف مغرب نے جو جنگ جاری کر رکھی ہے وہ برما ہو، بھارت ہو، کشمیر ہو، افغانستان ہو، عراق ہو، شام ہو، سوڈان ہو، وسطیٰ افریقہ ہو یا دیگر افریقی ممالک کے مسلمان ــــــ سب جگہ تباہی مسلمانوں کے حصہ میں آ رہی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صلیبی جنگ دراصل صہیونی جنگ ہے اور عیسائی ملکوں کے حکمران بھی مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کی طرح بکے ہوئے، نصب کردہ (PLANTED) صہیونی ایجنٹ، عوام کے غدار اور ملک دشمن ہوتے ہیں۔ ہم مسلمان تو پھر بھی کچھ احتجاج کر لیتے ہیں یورپی ممالک کے عیسائی عوام ابھی اس بات کا تصوّر بھی نہیں ہے۔

12 کاش کہ ہم مسلمان ــــــ اس خوابِ خرگوش سے بیدار ہوں اور اس صہیونیّت کے بُت کو پاش پاش کر دیں۔ علامہ اقبال نے بہت پہلے فرمایا تھا۔

ے بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے، تو مصطفوی ﷺ ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے!

آج ہم مسلمانوں کو اپنے دشمن کو پہچاننے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے منصوبہ بندی کر کے مستقبل کے نقشہ کو طے کرنے کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ ہم غافل رہیں اور دشمن ہماری غفلت میں ہی ہمارا کام تمام کر دے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے!
وہ دِل، وہ آرزو باقی نہیں ہے!
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تُو باقی نہیں ہے!

دورۂ ترجمة القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات 78 تا 82

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ اور انہی اہل کتاب میں سے بے پڑھے لوگ بھی ہیں

عام طور پر مذہبی میدان میں ہوتا یہی ہے کہ علماء کی ایک چودھراہٹ قائم ہو جاتی ہے پھر وہ اپنے پاس کتاب کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتے ہیں کہ مسئلہ پوچھنا ہو تو ہمارے پاس آیا کرو۔ وہ کتاب اور علم کو عام نہیں کرتے اس خیال سے کہ اگر یہ عام ہو جائے گا تو ہمارے پاس کون آئے گا، ہماری مٹھی کون گرم کرے گا، ہمارا خرچہ کیسے چلے گا؟ یہود کے ہاں بھی یہی تھا کہ ان کے جو عوام تھے انہیں معلوم نہیں تھا کہ کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے، وہ تو یہی سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہمارے یہ رسوم و رواج چل رہے ہیں بس یہی تورات میں لکھا ہوگا۔ جیسے آج کے معاشرے میں ایک عام آدمی تو یہی سمجھے گا کہ جو کچھ ہمارا دین ظاہر ہوتا ہے یہ جلسوں جلوسوں کا دین ہے یہ سب کچھ قرآن میں لکھا ہوگا علماء کہہ رہے ہیں تو ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں علماء اس میں شریک ہوتے ہیں تو قرآن میں لکھا ہوگا تو شریک ہوتے ہیں۔

لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وہ نہیں جانتے کتاب کو مگر خواہشات کہ بس یہی کچھ کتاب میں ہوگا۔

وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ﴿۷۸﴾ اور ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے بس خیالات ہیں

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب خود لکھتے ہیں (خود وضع کرتے ہیں)

اہل کتاب میں ایسے بھی بدبخت ہیں جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں۔ جیسے آج کوئی عربی عبارت لکھ لے اور کہے کہ یہ قرآن ہے۔ ان کی اپنی زبان عبرانی تھی اس میں وہ لکھتے تھے اور عوام کے سامنے پیش کرتے تھے کہ یہ ہے کتاب میں لکھا ہوا، یہ فتویٰ ہے، یہ جواب ہے اُس مسئلے کا جو تم پوچھ رہے تھے۔

ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے

عوام کے سامنے کہتے ہیں کہ یہ ہے اللہ کا حکم، یہ ہے تورات کا حکم

لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا تاکہ اس کے بدلے میں لوگوں سے تھوڑے سے پیسے اینٹھ لیں

تھوڑی سی فیس ان سے لے لیں، ان سے کوئی نذرانہ وصول کر لیں اپنے لیے اپنے مدرسے کے لیے اپنی کسی اور چیز کے لیے۔

فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ سو تباہی ہے ان کے لیے اس سے جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾ اور تباہی ہے ان کے لیے اس سے جو وہ اس کے بدلے میں کچھ پیسہ وصول کر رہے ہیں۔

وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن

یہ بھی ان کے ہاں عقیدہ تھا کہ ہم تو اللہ کے چہیتے لوگ ہیں ﴿نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾۔ ہمیں اللہ تعالیٰ آگ میں نہیں ڈالے گا اور ڈالے گا بھی تو خانہ پری کے لیے جیسے کوئی قانونی کارروائی کے لیے چلو ڈالنا پڑ بھی گیا تو دکھاوے کے لیے ایک آدھ دن کے لیے ڈالے گا۔ گویا ایک دروازے میں سے ڈالے جائیں گے اور دوسرے میں سے نکال لیے جائیں گے۔

قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا اے نبی ﷺ! ان سے فرما دیجیے کہ کیا تم نے اللہ کے ہاں کوئی معاہدہ کر رکھا ہے؟

کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ میں نہیں ڈالے گا، تمہارے پاس کوئی اسٹام پیپر پر لکھی ہوئی بات ہے۔ تورات میں کوئی چیز اُتری ہوئی ہے؟

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ — اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا

ایسا کوئی وعدہ ہے تو لاؤ۔ کوئی وعدہ نہیں ہے کسی کے پاس۔ یہ تو صرف انسان کی WISH FUL THINKING ہے۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾ یا تم اللہ پر وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ کیوں نہیں! (ایسا تو نہیں ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو بلکہ اس کے برعکس یہ ہوگا کہ) جس کسی نے بھی ایک برائی کمائی اور اس برائی نے اس کا احاطہ کرلیا۔

وہ برائی اس نے ایسے کمائی کہ اس کو اپنے لیے حلال کرلیا، اوڑھنا بچھونا بنا لیا کہ اس کے بغیر تو گزارا ہی نہیں ہے۔ جیسے آج کے دور میں کوئی کہے کہ جھوٹ بولے بغیر تو آج کل کچھ ہوتا ہی نہیں۔ جھوٹ کے بغیر تو سٹیٹس MAINTAIN نہیں ہوسکتا۔ دیکھو نا یہ سامنے والا دکاندار بھی یہی کررہا ہے اُدھر والا بھی یہ کررہا ہے اِدھر والا بھی یہی کررہا ہے میں نہ کروں تو مارکیٹ میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ ایک ہے جھوٹ کبھی آدمی کی زبان سے نکل گیا، اس پر استغفار کرو توبہ کرو اللہ معاف کردے گا۔ لیکن ایک ہے کسی غلط کام کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا جائے اس کا جواز تلاش کرلیا جائے اس کو اپنے لیے حلال کرلیا کہ پوری زندگی میں وہ گناہ اس کا احاطہ کرلے

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ — تو وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہوں گے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ — اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

(اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے)۔

یہ اہل کتاب کا نقشہ کھینچتے ہوئے بات سمجھائی کہ ایک برائی جو زندگی بھر انہوں نے اختیار کرلی ہے وہ بھی انہیں جہنم میں ڈالنے کے لیے کافی ہے۔ اس کے برعکس جنت میں جانے والے لوگ کون ہیں؟ فرمایا

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور خوش بخت لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے

اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ وہ ہیں جنت والے۔

وہ ہوں گے جو اللہ کے ہاں نعمتوں میں ہوں گے جنت میں ہوں گے

هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ وہ بھی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیات 83 تا 86

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَ بَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اور یاد کرو جب ہم نے لیا تھا ایک پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے۔

اہل کتاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کئی میثاق، کئی پختہ وعدوں کا ذکر ہے اب ایک دوسرے وعدے کا ذکر آرہا ہے۔ وہ وعدہ کیا تھا

لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرو گے

وَ بِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا اور والدین کے ساتھ احسان کرو گے۔ بھلی روش اختیار کرو گے۔

احسان کا بدلہ احسان۔ والدین کے ساتھ جب قرآن مجید میں نیک سلوک کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ یہ نہیں کہ اولاد ان پر اپنی طرف سے احسان کر رہی ہے بلکہ وہ والدین اولاد پر احسان کر چکے ہوتے ہیں اب اس احسان کا بدلہ اولاد کی طرف سے دیا جانا ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ تو والدین اپنی اولاد کو پال کر پوس کر بڑا کر کے احسان کر چکے ہیں اب اولاد کو جو حکم دیا جاتا ہے کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو تو وہ گویا اس احسان کا بدلہ ہے جو چکانا ہے اگر نہیں چکاؤ گے تو بہت بڑا جرم ہوگا۔

وَّ ذِى الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنِ اور قرابت داروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ

وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا اور (یہ وعدہ لیا گیا تھا ان سے کہ) لوگوں سے بھلی بات کرو گے جب بھی کرو گے۔

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور (یہ وعدہ بھی لیا گیا تھا کہ) نماز قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے۔

ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ پھر تم اس وعدے سے پھر گئے سوائے تھوڑے سے لوگوں کے

تو ان کا جو بھی مزاج تھا یا ان کی جو بھی MENTALITY تھی اس کے مطابق جیسے وہ پہلے وعدوں سے پھر گئے اِس وعدے سے بھی ان کے اکثر لوگ پھر گئے اور حُکمُ الاَکثَرِ حُکمُ الکُلِّ (اکثر کا حکم کل کا حکم ہے)

وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ تم تو ہو ہی اعراض کرنے والے ہیں۔

بار بار کے تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ تم تو ہو ہی پھرنے والے۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ (یہ ایک اور وعدے کا ذکر ہے کہ) جب ہم نے تم سے یہ وعدہ لیا تھا

لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے۔

جب بنی اسرائیل صحرائے سینا سے نکلے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فلسطین میں حکومت عطا فرمائی اور موقع دیا۔انہوں نے اس میں غلطی یہ کی کہ ان کے بارہ قبیلوں نے بارہ چھوٹی چھوٹی سلطنتیں بنالیں، کوئی ایک مرکزی حکومت قائم نہیں کی۔ جیسے الگ الگ چھوٹے چھوٹے صوبے ہوتے ہیں۔اب دشمن کبھی ان میں سے ایک سلطنت کو ہڑپ کر لیتا کبھی دوسری کو، کبھی کسی کو تنگ کرتا رہتا تھا حتیٰ کہ آپس میں بھی یہ لڑتے رہتے تھے۔اس بات کی طرف اللہ نے یہاں اشارہ فرمایا ہے کہ ہم نے تم سے ایک وعدہ لیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے۔

وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اور اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نہیں نکالو گے۔

معنی ہے کہ اپنے قبیلوں کو ایک دوسرے کے گھروں سے نہیں نکالو گے یعنی آپس میں خون خرابہ نہیں کرو گے۔آپس میں مل کر دشمن سے جنگ کرو گے۔تم نے آپس میں ہی لڑنا شروع کر دیا

ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾ پھر تم نے اس کا اقرار کیا تھا اور تم تسلیم کر رہے تھے

ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ اس کے بعد (تم نے اس وعدے کی خلاف ورزی کی اور) تم ہی آپس میں خون خرابہ کرنے لگ گئے۔

جو چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم کر رکھی تھیں وہ آپس میں خون خرابہ کرنے لگے ایک

دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے لگ گئے۔

وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ اور تم ایک دوسرے کو اس کی سلطنت اور حکومت اور علاقے سے نکال باہر کرتے تھے

تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ چڑھائی کرتے ہوئے ایک دوسرے پر ظلم اور گناہ کے ساتھ۔

یہ کوئی بھلائی نہیں ہوتی تھی بلکہ اپنی سلطنتوں اور سرحدوں کو بڑھانے کے لیے چڑھائی کرتے تھے۔اس میں اللہ کے دین کا غلبہ، اللہ کے دین کا نفاذ یہ کوئی مقصود اور پیش نظر نہیں ہوتا تھا۔

وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ اور اگر تمہارے لوگ تمہارے پاس آجاتے تھے قیدی بن کر تو تم فدیہ دے کر ان کو چھڑاتے تھے

اب منع اس سے کیا گیا تھا کہ تم آپس میں نہیں لڑو گے، خون خرابہ نہیں کرو گے لیکن تم خون خرابہ کرتے تھے۔ پھر تمہارے قبیلے کے لوگ قیدی بن کر تمہارے پاس آجاتے تھے یا تمہارے لوگ ان کے پاس قیدی بن جاتے تو تم عین تورات کے مطابق پورا پورا فدیہ دے کر ان کو چھڑاتے تھے۔تورات کے ایک حکم کو تم پاؤں تلے روندتے تھے اور ایک حکم پر تم عمل کرتے تھے۔ یہ اللہ کے ساتھ اس معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ حالانکہ ان کو نکالنا ہی جرم تھا تمہارے لیے۔

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کو ردّ کر دیتے ہو۔

یہ ہے تبصرہ جو اس سارے واقعے پر کیا گیا۔یہی جرم آج ہم مسلمانوں کا بھی ہے کہ کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہیں مثلاً نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن جو اللہ کا دوسرا حکم ہے کہ سود نہ کھاؤ وہ ھنیئاً مریئاً کھا رہے ہیں۔تو ایک حکم پر عمل کرنا اور ایک حکم پر نہ کرنا یہ CHOICE کس کا ہے؟ یہ تو تمہارا CHOICE ہے اللہ کا حکم تو نہیں ہے اللہ کا حکم سمجھ کر کرتے تو دونوں اللہ کے احکام ہیں دونوں کی پیروی ہونی چاہیے تھی۔

فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کی سزا

اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا کی زندگی میں اس کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے

یہ آیت تو گویا ہم مسلمانوں کے اوپر سو فیصد Fit آ رہی ہے کہ آج دنیا میں ذلت و رسوائی مسلمانوں کے حصے میں آئی ہوئی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جو بھی کوئی قوم اس جرم کا ارتکاب کرے گی کہ کتاب کے ایک حصے کو مانے گی اور ایک حصے کو نہیں مانے گی اس کی سزا اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کو ذلیل اور رسوا کر دیا جائے، دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے محکوم بنوا دیا جائے۔ یہ تو نقد سزا ہے جو دنیا میں ملے گی عذاب کی دوسری قسط ایک اور ہے اللہ کے ہاں کہ

وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ اور قیامت کے دن اس سے زیادہ سخت عذاب کی طرف لوٹا دیے جائیں گے

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۵﴾ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے اللہ غافل نہیں ہے

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا بِالۡاٰخِرَۃِ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے میں دنیا کی زندگی خرید لی ہے۔

آخرت کو تج کر دنیا کے مفادلے لیے ہیں۔ ہم میں سے بھی کتنے ہیں جو اسی دنیاوی مفادات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

فَلَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمُ الۡعَذَابُ تو آخرت میں ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا

وَلَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۸۶﴾ اور نہ ہی ان کو کوئی مدد پہنچے گی، نہ ان کی مدد کو کوئی آئے گا۔

آیات 87 تا 96

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی

وَقَفَّیۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ بِالرُّسُلِ اور پے در پے بھیجے ان کے بعد رسول۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی ان کی زندگی میں ان کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی اللہ کے نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے جو انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک وقت میں ایک سے زائد نبی اور رسول بنی اسرائیل میں رہے ہیں،

مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں پھر ان سے ذرا پہلے حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔ اور یہ سلسلہ تقریباً چودہ سو سال تک رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک وقت میں کئی کئی نبی موجود رہے۔ اس کا اللہ نے یہاں تذکرہ فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تھی اور ان کے بعد پے بہ پے کئی نبی و رسول بھیجے۔

وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلے معجزات دیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں جو نبوت و رسالت چل رہی تھی اس میں آخری نبی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے ان کی اولاد میں ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل ہیں لیکن حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں آخری نبی اور رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو آخری کا ذکر کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو کھلے معجزات عطا کیے تھے۔

وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور ہم نے پاک روح کے ذریعے سے ان کو تقویت دی

یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے ان کو تقویت عطا فرمائی پھر ان کے ہاتھوں سے معجزات سرزد ہوئے۔

پھر کیا ہوا؟ اہل کتاب کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤی اَنْفُسُكُمُ جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ حکم لے کر آیا جو تمہارے دل کو اچھا نہیں لگا، بھایا نہیں

یعنی اللہ کا رسول اللہ کی طرف سے کوئی حکم لا رہا ہے، اللہ کی کتاب نازل ہو رہی ہے لیکن وہ حکم تمہیں اچھا نہیں لگا اور تم پر گراں گزرا ہے

اسْتَكْبَرْتُمْ تم نے استکبار کیا

تم نے کہا ہم تو نہیں مانتے، تم نے انکار کر دیا

فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا،

ایسے بھی نبی اور رسول گزرے ہیں کہ تم نے ان کو جھٹلایا ان کا کہنا ہی نہیں مانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو انہوں نے اپنی طرف سے سولی پر بھی چڑھا دیا وہ اللہ نے معجزاتی طور پر بچا لیا کہ

ان کا رفع آسمانی ہو گیا ورنہ یہود نے تو اپنے طور پر انہیں سولی پر چڑھا دیا تھا

وَ فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ﴿۸۷﴾ اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔

پہلے بھی ذکر آ چکا ہے کہ وَ يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وہ انبیاء کو بغیر کسی جواز کے ناحق قتل کر دیتے تھے۔

وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں

یعنی مسلمان جب ان کو نیکی کی بات بتاتے تھے قرآن کی بات بتاتے تھے تو کجا یہ کہ اس پر وہ ایمان لائیں اس کو قبول کریں وہ یہ کہتے تھے ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھے ہوئے ہیں کوئی باہر کی چیز ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی گویا ان کے اندر بھی ایک GUILTY CONSCIENCE موجود ہے کہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ بات تو تمہاری صحیح ہے لیکن ہمارے دلوں پر چونکہ غلاف ہیں ہم نے طے کر رکھا ہے کہ ہم نہیں مانیں گے لہٰذا کیسے مان سکتے ہیں؟ اس آدمی کو تو منوایا جا سکتا ہے جو کھلے ذہن کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو کہ شاید دلیل اس پر اثر کر جائے تو وہ قبول کر لے گا لیکن جس آدمی نے پہلے سے طے کر رکھا ہے کہ ماننا تو ہے نہیں، تو اس آدمی کے ساتھ تو بحث بیکار ہے۔ یہی ان کا حال تھا کہ انہوں نے یہ کہا: قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھے ہوئے ہیں، چاروں طرف سے بالکل ائیر ٹائٹ اور سیل بند ہیں ان پر کوئی باہر کی چیز اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان پر اللہ نے ان کے کفر کی بدولت لعنت کر دی ہے۔

ان کی وہ اسٹیج آ گئی ہے جس ذکر سورۂ بقرہ کے شروع میں کافروں کے بارے میں آیا تھا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس کو مہر فرما رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں ہمارے دل بالکل غلاف میں ہیں کوئی باہر کی چیز اس پر اثر نہیں کر سکتی۔ ایک ہی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ اس کو اور انداز میں بیان فرما رہا ہے وہ خود اس کی اور تعبیر کر رہے ہیں۔

فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ تو بہت کم ہیں جو ان میں سے ایمان لائے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ اور جب پہنچی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی کتاب

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ جو تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے اُس کی جو کچھ ان کے پاس ہے

یعنی جو ان کے اعتقادات ہیں یا پہلے سے جو کتاب ان کے پاس موجود ہے اس کی تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے۔ یعنی یہ قرآن مجید تصدیق کرتا ہوا آیا ہے اُس تورات کی، انجیل کی، زبور کی، جو ان کے پاس موجود ہے، تو یہ واقعتاً اللہ کی طرف سے ہے۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا اور پہلے سے وہ کافروں کے مقابلے میں فتح مانگا کرتے تھے۔

یعنی اوس اور خزرج جو مدینہ کے قبائل تھے ان کے ساتھ جب کبھی ان یہود کی لڑائی ہوتی تھی تو اس وقت یہود یہ کہا کرتے تھے۔ یہ یہود پیسے والے ساہوکار قسم کے لوگ تھے اور مدینے کے اوس اور خزرج کے قبائل کاشتکاری کرتے تھے دیہاتی قسم کے لوگ تھے۔ اب لڑائی میں تو صاف ظاہر ہے جو طاقتور قبیلے تھے اوس اور خزرج کے، وہ جیت جاتے تھے یہ جو پیسے والے لوگ تھے یہ نہیں جیت سکتے تھے یہ تو اپنی سودخوری کے اعتبار سے لوگوں کو قابو کیے رکھیں تو کیے رکھیں میدان میں آ کر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس وقت یہ کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک آخری نبی آئے گا وہ جب آئے گا اس کے ساتھ ہو کر ہم جنگ کریں گے تو پھر تم پر ہم فتح حاصل کریں گے پھر تم نہیں جیت سکو گے۔ اور ہوا یہ کہ جب وہ نبی آ چکے تو اب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ یہی بات تھی جو اوس اور خزرج قبیلہ کے لوگوں کے اسلام لانے کی وجہ بن گئی۔ ہجرت سے تین سال قبل نبی اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر لوگوں سے ملاقات کی اور وہاں مدینے کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے، آپ ﷺ ان کے خیموں میں بھی پہنچے اور آپ نے اللہ کے دین کی دعوت دی تو اوس اور خزرج کے لوگوں نے ایک دوسرے کو کنکھیوں میں دیکھا کہ یہ تو وہی نبی لگتے ہیں جن کا یہود کہتے رہتے ہیں کہ آخری نبی آنے والا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں وہ نبی آئے گا ہم اس کے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے تو پھر تم ہم پر فتح حاصل نہیں کر سکو گے تو دیکھو کہیں یہود پہل نہ کر جائیں تم جلدی سے مسلمان ہو جاؤ اور یہی ان کے مسلمان ہونے کی وجہ بن گئی۔ یہ دوسرے لوگ اس حقیقت کو پا گئے اور خود یہود اس حقیقت سے منحرف ہو گئے اس سے اعراض کر لیا اس حقیقت کو نہیں پا سکے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا حالانکہ اس سے پہلے وہ فتح مانگا کرتے

تھے ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ پھر جب پہنچا ان کو وہ جس کو انہوں نے پہچان رکھا تھا تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے تھے اور قرآن اللہ کی کتاب ہے اس کو پہچانتے تھے۔

فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۹﴾ سو اللہ کی لعنت ہو ایسے کافروں پر۔

لعنت کا لفظ رحمت کے مقابلے میں ہے۔ ایک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی انسان پر ہے تو اس کے لیے نیکی کے راستے میں آسانیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ایک ہے کہ اللہ کی لعنت کسی انسان پر ہے تو وہ رحمت، لطف اور عنایات سے محروم ہے یہ آدمی برائی کے راستہ پر دوڑتا چلا جاتا ہے۔

بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ بری چیز ہے وہ جس کے بدلے میں بیچا ہے انھوں نے اپنے آپ کو

بڑا برا سودا ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ وہ کیا سودا کیا ہے؟

اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بَغۡيًا کہ وہ انکار کر رہے ہیں اس چیز کا جو اللہ نے اتاری ہے ضد کر کے۔

ضد کی وجہ سے اس کا انکار کر رہے ہیں یعنی اللہ کے آخری نبی، جو بڑی شان والے نبی ہوں گے جیسا کہ تورات میں بھی لکھا تھا، ان کے خیال میں ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ ان کی برادری میں ان کے قبیلے میں ان کے خاندان میں آئیں گے تو ان کی بڑی عظمت ہو جائے گی چار چاند لگ جائیں گے لیکن وہ آ گئے ان کے مخالف حضرت اسماعیل کی اولاد میں۔ یہی سب سے بڑی رکاوٹ بن گئی اور وہ حسد اور تکبر کی وجہ سے نہیں مانے۔ قصہ آدم و ابلیس چوتھے رکوع میں آیا ہے اس میں ابلیس کا واقعہ بیان کرنے کا یہ مقصود بھی تھا کہ یہود تکبر اور حسد کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر رہے تھے۔ ابلیس نے بھی حضرت آدم کے مقابلے میں یہی تکبر کیا تھا کہ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ میں اعلیٰ ہوں لطیف مادۂ تخلیق ہے میرا۔ میں گھٹیا چیز کے سامنے کیسے جھک جاؤں۔ اسی طریقے پر یہود تکبر کر رہے تھے اور تکبر کس وجہ سے تھا؟ ایک ہوتا نادانی میں بے سمجھے میں ایک ہے بَغۡيًا بغاوت کی وجہ سے ضدم ضدا میں، جانتے بوجھتے۔

اَنۡ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وجہ یہ تھی کہ اللہ نے اپنے فضل سے بندوں میں سے جس پر چاہا ہے آخری نبوت اتار دی ہے۔

ان سے مشورہ نہیں کیا ان سے پوچھا نہیں ہے ان کے خاندان میں نہیں اتارا لہٰذا یہ اللہ سے بھی ناراض بیٹھے ہیں ان کا خیال یہ تھا جیسے اگلے رکوع میں آ بھی رہا ہے کہ آخری نبی تو ہم میں سے آئے گا حضرت جبرائیل کو وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم سے کوئی دشمنی ہے وہ آخری نبوت ہمارے خاندان کے لیے لے کر آئے تھے، غلطی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گئے ہیں لہٰذا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل نے ہم سے دشمنی کی ہے۔

فَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ سوانہوں نے اللہ کے غصے پہ غصہ کمایا

یعنی ناراضگی پر ناراضگی۔ پہلے بھی کئی ناراضگیاں ہیں تو اس وجہ سے اللہ کو اور ناراض کر لیا

وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۹۰﴾ اور کافروں کے واسطے ہے ذلت کا عذاب۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ مانو اس چیز کو جو اللہ نے اتاری ہے۔

قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَآ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وہ کہتے ہیں ہم مانیں گے اس کو جو ہم پر اُتاری گئی ہے

یعنی جو چیز اللہ نے ہمارے اوپر اتاری ہے ہمارے خاندان میں جو نبی اتارا ہے، اسحاق کی اولاد میں جو نبی بھیجا ہے اس کو تو ہم مانیں گے

وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ اس کے علاوہ اللہ نے جو کتابیں بھیجی ہیں اس کا وہ انکار کر رہے ہیں کفر کر رہے ہیں

وَهُوَ الۡحَـقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ حالانکہ وہ سچی کتاب ہے تصدیق کر رہی ہے اُس (تورات) کی جو کچھ ان کے پاس ہے۔

اگر آدمی کا موقف سچا ہو تو جو بات کہہ رہا ہو اس کی جو COROLLARIES ہوتی ہیں جو نتائج نکلتے ہیں اس کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ اگر اتنی ہی سچی بات ہے سچا موقف ہے تمہارا کہ جو کچھ ہم پر اترا ہے ہم تو اسی کو مانتے ہیں باقی سب چیزوں کا انکار کر رہے ہیں چلو یہی بات صحیح ہے تو پھر اگلی بات کا جواب دو

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اے نبی ﷺ! ان سے فرما دیجیے: پھر تم اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے کیوں قتل کر دیتے تھے

کتنے ہی اللہ کے نبی ہیں جو اس سے پہلے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تمہاری طرف آئے تو ان کو تم نے قتل کیوں کر دیا تھا۔ اگر تمہاری یہی بات صحیح ہے تو ان نبیوں کو کیوں قتل کر دیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو انہی کی اولاد میں سے تھے ان کو سولی پر کیوں چڑھا دیا تھا۔ اس کا کوئی جواب نہیں ان کے پاس۔ اصل مسئلہ یہی ہے کہ ضدم ضدا ہے کہ ماننا تو ہے نہیں، اللہ کے دین پر چلنے کا ارادہ نہیں ہے، چلنا چاہتے نہیں ہیں اور اس کے لیے بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ 'خوئے بدرا بہانہ بسیار'۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ اگر تم واقعی مومن ہو

تو یہ بتاؤ کہ تم پہلے نبیوں کو کیوں قتل کر دیتے تھے جو حضرت اسحاق کی اولاد میں تمہاری طرف آئے تھے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور آ چکے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح معجزات کے ساتھ

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ پھر (انہی کی زندگی میں) تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

یہ کون سے اصول کے تحت تم نے کی؟ آخر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتے ہو، وحی کا نزول اس وقت جاری تھا وہاں تم نے بچھڑے کی پوجا کیوں شروع کی تھی؟

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ اور تم ظالم تھے

اور تم جب یہ کر رہے تھے تو تم صریح ظلم کر رہے تھے اپنے اوپر۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور جب ہم نے تم سے میثاق لیا تھا (ایک اور)

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر اٹھا دیا تھا

یہاں پھر اسی کا ذکر ہے کہ ہم نے معاہدے کے وقت تم پر طور پہاڑ کو اٹھا دیا تھا کہ گویا وہ تم پر گرا چاہتا ہے۔ اور وہ وعدہ کیا تھا دوبارہ وہی الفاظ ہیں۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور سنو۔

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا تم بولے ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی

اس وقت تم نے وعدہ تو کرلیا لیکن بعد میں تم نے جو روش اختیار کی وہ یہ تھی کہ تم بولے ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔ اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ سنیں گے اور مانیں گے بعد میں یہ روش اختیار کی کہ سنا اور انکار کیا۔

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب ان کے کفر کے۔

یعنی گاؤ شالہ پرستی، گائے کا مقدس ہونے کا تصور جو ان کے دلوں میں غلامی کے دور سے چلا آرہا تھا وہ نکلا نہیں ہے۔ آخری دم تک ان کے درمیان وہ بات قائم رہی۔ ان کے دلوں میں انڈیل دی گئی تھی بچھڑے کی محبت بسبب ان کے کفر کے۔

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اے نبی ﷺ ان سے فرما دیجیے: برے حکم دے رہا ہے تمہیں تمہارا ایمان

اگر یہی تمہارا ایمان ہے اور یہی اس کے تقاضے ہیں جو تم پورے کر رہے ہو تو بڑا برا ایمان ہے اور بڑے برے حکم اور مشورے دے رہا ہے تمہیں وہ ایمان جو تمہارے اندر ہے کہ یہی کرتوت ہیں جو تم اس کے نتیجے میں کر رہے ہو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ اگر تم ایمان والے ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ اے نبی ﷺ ان سے فرما دیجیے اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں خالص تمہارے لیے ہے

یہ بھی ان کا دعویٰ بلا دلیل تھا کہ ہم اللہ کے چہیتے ہیں اور اللہ کے ہاں جنت ہمارے لیے RESERVE ہے پس ہم وہاں جائیں گے تو ہمیں وہاں عیش و آرام ہے حالانکہ ان کے جو کرتوت تھے وہ سامنے تھے۔ اب اللہ نے یہ جو فرمایا ہے اس سے ان کا ایک ٹیسٹ ہوتا ہے کہ اگر واقعتاً جنت تمہارے لیے RESERVE ہے اور ادھر تمہاری آنکھ بند ہوئی اُدھر تمہارا جنت میں داخلہ ہو جانا ہے تو پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ پھر تم موت کی تمنا کرو۔ جیسے یہاں کوئی آدمی کوڑا کرکٹ اکٹھا کر رہا ہو پھٹے پرانے کپڑوں میں اور کہے یہ کہ امریکہ میں میرے بہت بنگلے ہیں اور

بڑے بڑے میرے فارمز ہیں میں جب وہاں جاؤں گا بڑے آرام سے رہوں گا تو اس آدمی کو یہی مشورہ کوئی دے گا تم یہاں پھر کیا کر رہے ہو جلدی سے ادھار پیسے لے کر ٹکٹ کٹواؤ اور وہاں پہنچ جاؤ۔ تو اسی طرح اگر جنت تمہارا پیدائشی حق ہے تمہارے لیے RESERVE پڑی ہوئی ہے تو پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔

تم دعا کرو ہم بھی آمین کہتے ہیں کہ جلدی سے تم وہاں جاؤ اور جنت کو حاصل کرو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ جو کچھ ان کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے وہ انہیں خوب معلوم ہے لہٰذا کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

جو کرتوت انہوں نے کر رکھے ہیں انہیں تو معلوم ہیں لہٰذا وہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے یہ سارے جو جھوٹے دعوے اور WISH FUL THINKING ہوتے ہیں یہ اسی لیے ہوتی ہے کہ آدمی کو کچھ کرنا نہ پڑے، اسی دنیا میں مگن رہے دنیا بھی کماتا رہے اور لوگوں کو بیوقوف بھی بناتا رہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں سے خوب واقف ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ اور اے نبی ﷺ! آپ ان کو پائیں گے دنیا کی زندگی پر سب سے زیادہ حریص۔

ایک طرف یہ دعویٰ ہے کہ آخرت ہماری ہے اور ایک طرف دنیا کی زندگی پر سب سے زیادہ حریص بھی ہیں۔ جو آدمی دنیا پرستی کا شکار ہو جائے آخرت سے منہ موڑ لے اس کے نزدیک تو دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ اس کے دل میں ہوتا ہے کہ آخرت میں کچھ ہے ہی نہیں۔ جب بھیج ہی کچھ نہیں رہے تو وہاں ملے گا کیا؟ لہٰذا احساس یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ہی جو کچھ کھا لیں کما لیں جو عیش کر لیں۔ یہی زندگی ہے اس کی حفاظت کرتے رہو، اس زندگی کو بچا بچا کر رکھو تاکہ یہاں زیادہ سے زیادہ عیش و آرام ملے تو فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ ان کو دیکھیں گے کہ یہ دنیا کی زندگی پر سب سے زیادہ حریص ہے

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مشرکوں سے بھی زیادہ حریص

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ان میں سے ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی ہو جائے ہزار سال۔

یہیں رہیں عیش کریں آرام کریں یہیں جو کچھ ہے کھائیں کمائیں یہ ان کی حسرت ہے ان کے دل کی آرزو ہے۔لیکن یہ حقیقت نہیں جانتے کہ

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ اور اگر ہزار سال کی بھی اس کی زندگی ہو جائے تو آخرت کے عذاب سے تو نہیں بچ سکتا۔

کتنی لمبی زندگی ہو جائے آخرت کا عذاب تو آکر ہی رہے گا بہر حال یہاں سے جانا ہے مستقل تو یہاں کوئی بھی نہیں رہے گا۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی آتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو یہ کوئی تماشے کا دیکھنا نہیں ہوتا بلکہ جیسے کوئی باپ اپنے بچے کو کہے کہ بیٹا میں دیکھ رہا ہوں جو آج کل تمہارا اٹھنا بیٹھنا اور جو تمہاری سوسائٹی ہے اور اس دیکھنے کو مطلب ہوتا ہے کہ تم باز آ جاؤ اپنے آپ کو درست کر لو ورنہ اس کا نتیجہ نکلے گا۔تو اللہ کا دیکھنا بھی اسی طریقے پر ہے اس میں دھمکی پوشیدہ ہوتی کہ جو کچھ تم کر رہے ہو ہماری نگاہوں میں ہے اگر صحیح ہو جاؤ گے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا نتیجہ نکل کر رہے گا۔

دورِ فتن اور دجّالیت کے پس منظر میں

مطالعۂ سورۃ الکہف

5

محمد نعمان اصغر
فیصل آباد

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾

’’اب دونوں (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اس شخص (حضرت خضر) نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ (حضرت) موسیٰ نے کہا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی۔ اس نے کہا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ موسیٰؑ نے کہا بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے۔ میرے معاملے میں آپ ذرا سختی سے کام نہ لیں‘‘۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام باہمی معاہدہ کر کے چل دیے اور ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی والوں نے انہیں پہچان کر سوار کر لیا۔ ایک رائے کے مطابق انہوں نے ان سے کرایہ بھی نہ لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کنارے کے قریب پہنچ کر اس کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔ لوگ ڈوبنے سے تو بچ گئے لیکن کشتی عیب دار ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام احسان کے بدلے میں یہ نقصان دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے۔ غالبًا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذہن سے شرائطِ سفر محو ہو گئیں۔

انسان بعض اوقات تصور کی حد تک بہت کچھ کہہ دیتا ہے لیکن عملی صورت حال کی وجہ سے تمام توقعات دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے کا عزم کیا تھا لیکن ایک ہی منظر دیکھ کر وہ اپنا عزم بھول گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام حکم خداوندی کی وجہ سے ایسا کرنے کے پابند تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس شریعت کا علم تھا جس کے مطابق یہ کام خلاف شرع تھا۔ انہوں نے اعتراض کر کے اسے برا کام قرار دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی طرف سے اعتراض کرنے پر حضرت خضرؑ نے انہیں ان کا عہد یاد دلایا۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کرتے ہیں کہ وہ بھول گئے تھے لہٰذا ان کی گرفت نہ کی جائے۔

☆ اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا عاجزی کی علامت ہے جبکہ اس پر اکڑ جانا یا دوسروں کو اس کا ذمہ دار قرار دینا تکبر کی نشانی ہے۔ ایسے شخص کو توبہ اور اصلاح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اسے اپنے اندر کوئی قابل اصلاح بات نظر ہی نہیں آتی۔ حدیث مبارکہ کے مطابق جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

”پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا تو اس شخص نے اسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا۔ اس نے کہا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰؑ نے کہا اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ لیجیے اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا“۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معذرت قبول کر لی گئی۔ انہوں نے دوران سفر دیکھا کہ ایک گاؤں کے قریب کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ کام پہلے سے بھی زیادہ خراب تھا۔ کشتی کا تختہ توڑنے سے لوگوں کی ہلاکت کا ڈر تھا اور وہ بچ بھی سکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر صبر نہ ہو سکا اور آپ بول پڑے کہ اس لڑکے نے کوئی

ایسا کام نہیں کیا تھا کہ اس کا قتل کرنا جائز ہوتا۔ ''نُکرا'' سے مراد ایسا برا کام ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہ ہو یعنی جس کا تدارک اور ازالہ ممکن نہ ہو۔ حضرت خضرؑ نے دوبارہ حضرت موسیٰؑ کو وعدہ خلافی پر یاد کرایا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ جس طرح کے حالات و واقعات کا وہ مشاہدہ کر رہے ہیں یہ ساتھ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ لہٰذا انہوں نے خود مشورہ دے دیا کہ آئندہ اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ بے شک مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ میری طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا کیونکہ آپ مجھے تین مرتبہ موقع دے کر حجت تمام کر چکے ہوں گے۔

☆ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی پر ناراضی کا اظہار دینی غیرت ہے۔ آج برائی کھلم کھلا ہو رہی ہے اور شیطنت سرعام ناچ رہی ہے لیکن اس کو ہاتھ سے روکنا تو درکنار اس پر ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کیا جا رہا۔ اس کا نتیجہ سرکشوں کی حوصلہ افزائی اور باطل کا دن بدن بڑھتا ہوا غلبہ ہے۔ ایسی صورتحال میں ایمان کا تقاضا ہے کہ پوری قوت کے ساتھ برائیوں کا سد باب کیا جائے۔ وگرنہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے کم از کم اس سے نفرت کرنا اور دوسروں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

''پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر انہوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اس شخص نے اس دیوار کو پھر سے قائم کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اُجرت لے سکتے تھے۔ اس نے کہا بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے''۔

اس کے بعد دونوں ایک بستی میں پہنچے۔ اس بستی کا نام بعض نے ''ایلہ'' اور بعض نے ''انطاکیہ'' لکھا ہے۔ انہوں نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا۔ مہمان نوازی ہر شریعت اور اخلاقی تعلیمات کا حصہ رہی ہے بالخصوص دیہاتوں اور قبائلی معاشروں میں۔ اس گاؤں کے باشندے

بخیل تھے وہ کسی کی مہمان نوازی نہیں کرتے تھے لہٰذا انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ بستی میں ایک دیوار اتنی ٹیڑھی تھی کہ لوگ اس کے نیچے سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ حضرت خضرؑ نے اسے سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ اس پر خاموش نہ رہ سکے اور بول پڑے کہ انہوں نے ہمیں کھانا تک نہ دیا مگر آپ نے ان کی دیوار سیدھی کر دی۔ یہ لوگ اس قابل نہ تھے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ ایک رائے ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اب اعتراض جان بوجھ کر کیا تاکہ جدائی ہو۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ آپ حسب وعدہ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں۔ اب میں ان واقعات کے پوشیدہ اسرار آپ پر ظاہر کرتا ہوں جن کی وجہ سے آپ سے صبر وضبط قائم نہ رہ سکا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے کہ اگر وہ صبر کرتے تو مزید عجیب وغریب باتیں دیکھتے۔

☆ برائی کے جواب میں بھلائی کرنا انسان کے کردار کی عظمت ہے۔ ایسے انسان کو قرآن مجید میں 'صابر' اور 'خوش قسمت' قرار دیا گیا ہے۔ ان اوصاف کا حامل انسان ہی دعوت وتبلیغ جیسی عظیم الشان ذمہ داری کو ادا کرنے کا متحمل ہوسکتا ہے۔ جذباتی اور بے صبرے انسان نہ دوسروں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی دین کے لیے مفید ہوتے ہیں۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾

''اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا''۔

حضرت خضرؑ نے کشتی کے بارے میں بتایا کہ وہ غریب لوگوں کی تھی، وہ ان کا کل سرمایہ تھی جسے وہ کرایہ پر چلاتے تھے اور اپنی روزی کماتے تھے۔ انہوں نے کشتی کا تختہ اس لیے نکال دیا تاکہ بادشاہ اسے عیب زدہ سمجھ کر چھوڑ دے۔ اس عیب کی وجہ سے کشتی بیگار میں پکڑے جانے سے بچ گئی۔ گویا اس چھوٹے نقصان نے انہیں بڑے نقصان سے بچالیا۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

’’رہا وہ لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو‘‘۔

حضرت خضرؑ نے جس لڑکے کو قتل کر دیا تو اس کے بارے میں بتایا کہ وہ مستقبل میں بہت خطرناک ہو رہا تھا اس لیے اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ ہر بچہ اصل فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر خارجی اثرات سے بچپن میں بعض برے اثرات پڑ جاتے ہیں جس کا یقینی علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ تاہم کچھ آثار اہل بصیرت کو بھی نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں یا ان پر اللہ تعالیٰ آشکار کر دیتا ہے۔ اس لڑکے کا بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ وہ بڑا ہو کر اپنے کفر و سرکشی کی وجہ سے والدین کا نافرمان بنتا اور اس کے والدین بھی اس کی محبت میں گمراہ ہو جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے والدین ایمان پر رہیں۔ چنانچہ اس کا مارا جانا والدین کے لیے باعث رحمت بن گیا۔ اس لڑکے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں صالح اولاد دے گا۔ ظاہری طور پر تو اس لڑکے کو تو کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کوئی بڑے سے بڑا جج بھی اپنے علم کی بنیاد پر اس کے قتل کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو تکوینی علم دیا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اسے قتل کیا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

’’اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے تھے۔ اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لیے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے میں نے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر دیا ہے۔ یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے‘‘۔

(1) حضرت خضرؑ نے بتایا کہ بستی میں جس دیوار کو میں نے سیدھا کیا وہ بستی کے دو ضعیف

یتیم بچوں کی تھی۔ ان کا باپ نیک تھا۔ اس نے مرتے ہوئے اس دیوار کے نیچے اپنی دولت دفن کر دی تا کہ بعد میں اس کی اولاد کے کام آ سکے۔ بستی والوں کے کردار سے وہ بھی واقف ہوگا۔ باپ کی نیکی نے بچوں کو فائدہ دیا۔ اگر وہ دیوار گر پڑتی تو بستی کے لوگ ان کا مال اڑا کر لے جاتے کیوں کہ وہ مہمان نوازی سے انکار کر کے اپنے بخل کا اظہار کر چکے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے اور وہ جوان ہو کر اپنے باپ کا چھوڑا ہوا خزانہ پا سکیں۔

(2) حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بھی وضاحت کر دی کہ یہ سب کچھ میں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کیا ہے۔ یہ کام بظاہر نامناسب تھے لیکن چونکہ ان کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا اذن تھا لہٰذا یہ رحمت کا ذریعہ بن گئے۔ کشتی کا عیب زدہ ہونا کشتی والوں کے لیے، بیٹے کا قتل ہونا والدین کے لیے اور دیوار کا درست ہو جانا یتیم بچوں کے لیے رحمت خداوندی کا ذریعہ بن گیا۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام آخر میں خود اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو دنیا آج تک ورطہ حیرت میں پڑی رہتی اور لوگ اپنی کم علمی کی بنیاد پر ان کے بارے میں بدگمانی کا اظہار کرتے۔ ان مثالوں سے اللہ تعالیٰ کے افعال اور حکمتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت خضر نے مزید وضاحت فرمائی کہ یہ ان باتوں کی اصل حقیقت ہے جن کے ظاہر کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے۔ اس کے بعد حضرت خضرؑ منظر نامے سے اسی طرح غائب ہو گئے جس طرح وہ منظر پر آئے تھے۔

☆ حضرت خضر علیہ السلام نے جو تین کام کیے ان میں سے تیسرا تو کسی شریعت سے متصادم نہیں ہے۔ لیکن کوئی بھی شریعت کسی کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کی ملکیتی چیز کو خراب کرے اور کسی متنفس کو بے قصور قتل کر ڈالے۔ حتیٰ کہ کسی انسان کو اگر معلوم ہو بھی جائے کہ ایک کشتی کو آگے جا کر ایک غاصب چھین لے گا۔ فلاں لڑکا بڑا ہو کر سرکش و کافر بن جائے گا۔ تب بھی کسی شریعت کی رو سے جائز نہیں ہے کہ کشتی کو توڑ دیا جائے اور ایک بے گناہ لڑکے کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت خضر کے قول کے مطابق انہوں نے یہ کام یقیناً اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے۔ لیکن سابقہ تمام شریعتوں کی رو سے ان افعال کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ لامحالہ ان احکام کے بارے میں ماننا پڑے گا کہ ان احکام کی نوعیت تکوینیات کے مشابہ ہے۔ ان احکام کے تحت ہر آن دنیا میں کسی کو بیمار کر دیا جاتا ہے تو کسی کو تندرستی عطا کی جاتی ہے۔ کسی کو موت دے دی جاتی ہے تو کسی کو زندگی ملتی ہے۔ کسی کو

تباہ کردیا جاتا ہے تو کسی کو نعمتیں عطا کر دی جاتی ہیں۔ان تکوینی احکام کی انجام دہی فرشتوں کے ذمہ ہی ہے۔ایک رائے کے مطابق حضرت خضرؑ بھی فرشتے ہی ہیں۔انہیں قرآن مجید میں ''عبدًا من عبادنا'' یعنی ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ قرار دیا گیا۔قرآن مجید میں بعض مقامات پر فرشتوں کے لیے بھی یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔اس بنا پر وہ فرشتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی کوئی اور مخلوق جو شرائع کی مکلّف نہیں بلکہ کارگاہ مشیت کی کارکن ہے۔

☆ اس قصہ میں اس عظیم حکمت اور تدبیر کی جھلک دکھائی گئی ہے جس کے مطابق اس پوری کائنات کا نظام چلتا ہے۔ یہ حکمت اور تدبیر پس پردہ کام کرتی ہے۔اس حکمت پر حاوی ہونا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ عام طور پر ظاہری آنکھیں غلط نتائج اخذ کرتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ظالموں کا پھلنا پھولنا، بے گناہوں کا تکالیف میں مبتلا ہونا، نافرمانوں پر انعامات کی بارش اور فرماں برداروں پر مصائب کے ہجوم سے بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔کافر سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا اندھیر نگری ہے اور یہاں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں ہے۔مومن اس سے دل شکستہ ہوتے ہیں ان کی ہمت پست ہونے لگتی ہے۔بعض کے ایمان متزلزل ہونے لگتے ہیں اور وہ پسپائی اختیار کر لیتے ہیں۔اس قصہ میں ظاہر اور باطن کے ربط اور اس کی مصلحتوں کو دکھایا گیا ہے جو کہ عام طور پر ظاہر بین نگاہوں سے اوجھل رہتی ہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾

''اور اے محمد ﷺ یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں یہود کے پاس بھیجا کہ وہ اہل کتاب ہیں اور تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔انہیں محمد (ﷺ) کا پورا تعارف کراؤ۔ان کی باتوں سے انہیں آگاہ کرو۔یہود کے علماء نے قریش کو مشورہ دیا کہ محمد (ﷺ) سے تین سوال پوچھو۔ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ وہ مہم جو کون تھا جس نے کرۂ ارض کے مشرق و مغرب میں

سفر کیا؟اس سوال کے جواب میں قرآن مجید نے ذوالقرنین کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

ذوالقرنین کی شخصیت کے بارے میں مختلف آراء ہیں: ☆بعض محققین نے اس سے مراد سکندر اعظم لیا ہے جس نے اسکندریہ کی بنیاد رکھی جو مصر کا ایک مشہور شہر ہے۔اس کا زمانہ تقریباً 300 قبل از مسیح کا ہے۔ان کے نزدیک سکندر اعظم کا لقب ذوالقرنین ہے۔مگر یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ سکندر اعظم ایک بت پرست اور ظالم انسان تھا۔قرآن مجید کے مطابق ذوالقرنین ایک خدا پرست اور خدا ترس انسان تھا۔ بائبل کے مطابق بھی ذوالقرنین ایک نیک اور عادل حکمران تھا۔ ☆بعض مفسرین کے مطابق یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا ایک بادشاہ تھا جسے خرقِ عادت اسباب و وسائل عطا کیے گئے تھے جس سے اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ ☆قدیم عرب شعراء نے اپنے اشعار میں ذوالقرنین کے عرب ہونے کا ذکر بڑے فخر سے کیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر بادشاہ ہے۔ ☆جدید تحقیق کے مطابق یہ ایران کا بادشاہ کیخورس یا سائرس ہے۔اس کے عروج کا دور 549 قبل از مسیح کا ہے۔ قدیم روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کسی ریاست کا شہزادہ تھا، حالات خراب ہونے پر وہ صحرا میں روپوش ہو گیا، اسی دوران کسی نبی کی تعلیمات سے اس نے استفادہ کیا اور ایک صالح مومن کا کردار پیش کیا۔اکثر لوگ اسے عادل اور نیک حکمران مانتے ہیں۔

یہودیوں نے ذوالقرنین کے بارے میں خصوصاً اس لیے سوال کیا تھا کیونکہ ذوالقرنین نے انہیں ڈیڑھ سو سال کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ بخت نصر (بابل) عراق کا بادشاہ تھا اس کے حملے میں یروشلم کی تباہی 587 قبل مسیح کا واقعہ ہے۔اس حملے کے بعد بخت نصر لاکھوں یہودیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح عراق لے گیا جہاں طویل عرصے تک یہ بدترین غلامی کا شکار رہے۔اس کے بعد ذوالقرنین یعنی سائرس نے مشرق سے بابل پر حملہ کیا اور اس کے نتیجے میں بخت نصر اور اس کی فوجوں کو شکست ہوئی اور سلطنت بابل پاش پاش ہوئی۔ یہودیوں کو غلامی سے نجات ملی اور وہ دوبارہ یروشلم میں آباد ہوئے۔اس نے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا جو بخت نصر کے حملے میں تباہ ہو چکا تھا۔ یہود اس وجہ سے ذوالقرنین کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔ ☆ایک رائے میں ''ذوالقرنین'' کا معنی ہے دو قرن والا۔''قرن'' سینگ کو کہتے ہیں یعنی

دوسینگوں والا۔ ذوالقرنین کے زمانے میں ایران کے علاقے میں دو الگ الگ خودمختار مملکتیں قائم تھیں۔ ایک سلطنت کا نام ''پارس'' تھا جو بعد میں فارس کہلائی۔ دوسری سلطنت کا نام ''مادا'' یا ''میدیا'' تھا۔ ذوالقرنین نے ان دونوں سلطنتوں کو آپس میں ملا دیا اور ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس نے علامت کے طور پر اپنے تاج میں دو سینگ لگائے ہوئے تھے۔ 1838ء میں سائرس کے ایک مجسّمے کا انکشاف ہوا تھا جس کے سر پر مینڈھے کے دو سینگ اور دونوں طرف عقاب کے پر ہیں۔ دوسری رائے کے مطابق ''قرن'' بالوں کی زلف کو بھی کہتے ہیں اس طرح ذوالقرنین کا مطلب ہوا زلفوں والا۔ ایران کو متحد کرنے کے بعد اس نے مغرب میں بحیرۂ روم، مشرق میں مکران اور شمال میں بحیرۂ اسود اور بحیرۂ خزر تک کا علاقہ فتح کیا۔ اس کے بعد اس نے سلطنت بابل کو بھی فتح کیا جس کے بعد کوئی طاقت اس کے راستے میں مزاحم نہ ہو سکی۔ اس کی سلطنت مشرق میں سندھ اور مغرب میں مصر اور لیبیا تک اور شمال میں قفقاز اور کاکیشیا (موجودہ آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقے) اور جنوب میں بحر ہند کے ساحلوں تک پھیل گئی۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت کی پوری مہذب دنیا پر اس کی حکمرانی تھی۔

(2) ''سببًا'' سے مراد ذرائع اور وسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے انتہائی مضبوط اور وسیع سلطنت دی اور ہر طرح کے وسائل و اسباب عطا کیے تھے۔ چنانچہ وہ علاقوں کے علاقے فتح کرتا چلا گیا۔ اس نے تعمیر و ترقی کے وہ کام شروع کیے جن سے لوگ واقف نہیں تھے۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾

''اس نے (مغرب کی طرف ایک مہم کا) سروسامان کیا۔ حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور وہاں اسے ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا: اے ذوالقرنین تجھے یہ قدرت حاصل ہے کہ ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے''۔

(1) ذوالقرنین نے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے وسائل سے مزید سامان تیار کیا۔ جنگی تیاری

کی خاطر اسلحہ بنایا اور اپنی مغرب کی جانب روانہ ہوا۔اس علاقے کے بارے میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔☆اس نے مادا(موجودہ عراق و شام)اور لیڈیا(موجودہ ترکی)کو فتح کیا۔اس مہم میں اس کے قدم بحیرۂ روم کے ساحل پر ہی جا کر رُکے۔ایسا علاقہ عام طور پر دلدلی ہوتا ہے جہاں گھاس اور کیچڑ کی فراوانی ہوتی ہے اور پانی بھی گدلا ہوتا ہے۔سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو سورج غروب ہونے کے وقت لگتا ہے کہ وہ سمندر میں ڈوب رہا ہے۔یہ منظر پہاڑی علاقوں کا بھی ہے جہاں سورج ہر پہاڑ کے پیچھے غروب ہوتا محسوس ہوتا ہے۔☆یہ ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل ہوگا جہاں سمندر چھوٹی خلیجوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔قرآن مجید نے ''بحر'' کی بجائے ''عین'' کا لفظ استعمال کیا ہے جو سمندر کی بجائے جھیل یا خلیج کے لیے زیادہ مناسب ہے۔☆اس سے مراد ملک آرمینیا کی ''سیوان جھیل'' ہے۔یہ گدلے پانی پر مشتمل ملک کا سب سے بڑا آبی ذخیرہ ہے جو بڑی حد تک پانی کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔بہر حال قرآن مجید نے تعین کے ساتھ وہ مقام نہیں بتایا اس لیے اس میں غلطی کا امکان رہے گا۔

(2) بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے کلام فرمانے سے ذوالقرنین کو نبی قرار دیا ہے۔ان کی رائے میں یہ انبیاء کی خصوصیت ہے۔بعض کے خیال میں ان کا نبی ہونا ضروری نہیں۔یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی ہو جو کسی غیر نبی کے لیے بھی عین ممکن ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت کے نبی کے ذریعے اس تک یہ پیغام بھیجا گیا ہو۔گویا ہر بادشاہ کی طرح اسے قدرت دی گئی کہ انہیں قتل کر دو یا قیدی بنا لو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِ الْحُسْنٰى وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

''اس نے کہا: جو ان میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے زیادہ سخت عذاب دے گا اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے''۔

ذوالقرنین نے اپنی پالیسی کا اعلان کیا کہ جو ظلم کرے گا وہ اسے سخت سزا دے گا۔ظلم

سے مراد کفر بھی ہوسکتا ہے اور شرک بھی۔ دنیاوی سزا کے بعد اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے گا اور وہ ان کو مزید سزا دے گا۔ جو لوگ نیک ہوں گے ان کی عزت و تکریم ہوگی۔ ٹیکس و خراج وغیرہ کی وصولی میں ان سے نرمی برتی جائے گی۔ ہر عادل بادشاہ کی یہی صفت ہوتی ہے جسے ذوالقرنین نے اختیار کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین (سائرس) کی فوج جس شہر کو فتح کرتی اس کے شہریوں کو ذرا بھی گزند نہ پہنچاتی۔ وہ مفتوحہ علاقوں کے لیے سراپا رحمت بن گیا۔ اس کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر لوگوں نے بادشاہ کو اپنی غیر مشروط وفاداری کا یقین دلایا۔ ذوالقرنین کے بارے میں رائے ہے کہ وہ ''زرتشت'' کا ہم عصر اور پیروکار تھا۔ زرتشت کی تعلیمات میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا صحیح تصور ملتا ہے۔ یہ مذہب بعد میں دوسرے مذاہب کی طرح تحریفات کی زد میں آ گیا۔ ذوالقرنین کو انبیائے بنی اسرائیل سے بھی بڑی عقیدت تھی۔

☆ ایک صالح حکومت کے دور میں نیک لوگوں کی عزت اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے جبکہ ظالموں پر سختی ہوتی ہے۔ اس طرح عام لوگوں کا رجحان بھی اصلاح کی طرف ہو جاتا ہے اور تدریجاً اچھائی رواج پا جاتی ہے۔ جب ظالم لوگ حکام کے مقرب بن جائیں۔ جہاں نیک لوگوں کے ساتھ اعلانِ جنگ ہو تو ایسی حکومت عذابِ الٰہی بن کر عوام پر مسلط ہو جاتی ہے اور اصلاح کی بجائے فساد اور شر کی ترویج کا ذریعہ بنتی ہے۔ قربِ قیامت میں ایسے حکمران اور حکومتیں عام ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اعمال میں جلدی کرو کمینے لوگوں کا اکرام کیے جانے سے قبل''۔ (السلسلۃ الصحیحۃ)۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ حکمرانوں کا اندیشہ ہے''۔ (مشکوۃ المصابیح)

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

''پھر اس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی۔ یہاں تک کہ طلوعِ آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے''۔

(1) وہ انہی اسباب و وسائل کے ساتھ مغرب کے بعد مشرق کی طرف پہنچا۔ ذوالقرنین

اس سفر میں انتہائی مشرق کی طرف گیا۔اس سمت اور لوگوں کے بارے میں بھی مختلف آراء ہیں۔
☆ تاریخی طور پر مکران کے ساحل تک ذوالقرنین کی پیش قدمی ثابت ہے۔مورخین کے نزدیک اس مہم جوئی کی وجہ مکران، قندھار اور بلخ کے وحشی اور صحرا گرد قبائل کی سرکشی تھی۔انہوں نے فارس کی مشرقی سرحد پر بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ لہٰذا ذوالقرنین کو ان کی سرکوبی کے لیے اٹھنا پڑا۔اس زمانے میں یہ علاقہ Gedrosia کہلاتا تھا۔ممکن ہے اس ساحل پر بھی کھڑے ہو کر ذوالقرنین نے محسوس کیا ہو کہ وہ اس سمت میں بھی آخری حد کو پہنچ گیا ہے۔☆ یہاں لوگ گھر یا خیموں میں رہنے کی بجائے کھلے میدان میں آباد تھے جہاں سر چھپانے کی جگہ نہ تھی۔☆ یہ وحشی قبائل تھے جو زمین پر صرف دیواریں ہی کھڑی کرتے تھے۔ان کے ہاں چھت ڈالنے کا کوئی تصور نہ تھا۔گویا اس علاقے میں کوئی غیر متمدن قوم آباد تھی۔☆ اس سے مراد ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کے جسموں پر کم لباس ہوتا تھا جس کی وجہ سے سورج کی روشنی ان کے جسموں پر براہ راست اور زیادہ پڑتی تھی۔☆ اس سے مراد آذربائیجان کا چٹیل اور بنجر علاقہ ہے جو ریگستانی خصوصیات رکھتا ہے۔ یہاں آج بھی نباتات نہیں اُگتیں۔یہاں سورج کی تپش سے بچنے کے لیے کوئی درخت یا پودا دستیاب نہیں ہے۔بہر حال علاقہ جو بھی ہو یہ قرآن مجید کا انداز بیان ہے کہ اس علاقے میں کوئی ایسی قوم آباد تھی جس کے پاس سورج سے سر چھپانے کا سامان نہ تھا۔

(2) مشرق کی سمت بھی ذوالقرنین نے وہی معاملہ کیا جو اس نے مغرب کی طرف کیا تھا۔ ذوالقرنین کا طریق کار کیونکہ پہلے بیان ہو چکا تھا اس لیے اس کا دوبارہ تذکرہ نہیں کیا گیا۔اس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس کے علم میں تھی۔

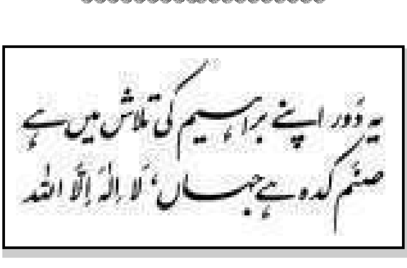

بیوی کا نان نفقہ

ساجد محمود مسلم انصاری

اللہ تعالیٰ نے بیوی کی کفالت خاوند پر فرض کی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:۱۹) اوران کے ساتھ معروف کے مطابق گزر بسر کیا کرو۔

گویا بیوی کو سامانِ عشرت یعنی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا خاوند کی ذمہ داری ہےاور یہ معلوم ہے کہ ضروریاتِ زندگی میں سے پہلی اور بنیادی ضرورت غذا ہے۔ پس بیوی کو کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا خاوند کے ذمہ ہے۔ البتہ خاوند اپنی بیوی کا یہ مطالبہ اپنی آمدن کے مطابق پورا کرنے کا پابند ہے۔ ہاں ہفتہ میں ایک بار خصوصاً جمعہ کے روز تفریحِ طبع کے لیے چسکے چٹخارے کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔

سیّدنا ابومسعود البدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم ۴۰۰۶)

سیّدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم خود کھاتے ہو وہ صدقہ ہے، جو کچھ تم اپنے بچوں، بیوی اور خادم کو کھلاتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔ (الادب المفرد للبخاری: رقم ۱۹۵)

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دینار وہ ہے جو کوئی شخص اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم ۲۷۶۰)

اگرچہ بیوی بچوں کو غذا مہیا کرنا خاوند کا فرض ہے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نان نفقے

پر بھی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ بیوی بچوں کو کھلانا پلانا صدقہ ہونے کا یہی مطلب ہے کہ آدمی کو اس کام کا اجر ملے گا۔

دراصل اسلامی تہذیب میں نکاح کے بندھن کا مقصد ہی یہ ہے کہ نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل میاں بیوی الفت و مودت کے جذبہ کے ساتھ باہم مل جل کر نکالیں گے۔ میاں اپنے خاندان کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرے گا تو بیوی گھر پر رہ کر اس خاندان کی ان گھریلو ضروریات کو پورا کرے گی جن کا پورا کرنا اپنی معاشی مصروفیات کی وجہ سے خاوند کے بس میں نہیں۔ اگرچہ یہ سب کچھ نکاح کے معاہدے میں لکھا نہیں جاتا مگر شریعت نے نکاح کے یہی مقاصد طے کیے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات گھر کے سارے کام کاج خود کرتی تھی، کھانا پکاتیں، برتن اور کپڑے دھوتیں، گھر کی صفائی کرتیں۔ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی یہ کام کیے ہوں۔ ہاں ایک ضعیف روایت میں جوتے کو پیوند لگانے کا ذکر ملتا ہے مگر یہ گھریلو کاموں میں شمار نہیں ہوتا۔ خاتونِ جنت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور گھر کے سارے کام کرتی تھیں حتیٰ کہ ہاتھ والی چکی سے آٹا پیس پیس کر آپ کے نازک ہاتھ زخمی ہو گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کے جنگ میں کچھ غلام قید ہو کر آئے ہیں تو آپ نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی ان میں سے ایک خادم ہمیں بھی عطا فرما دیں۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے کوئی خادم دینا مناسب نہ سمجھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا۔ بلکہ ان دونوں کو تاکید فرمائی کہ رات کو تسبیح پڑھ کے سویا کریں مشقت دور ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری: رقم ۵۳۶۱)

اگر نبی ﷺ کی بیٹی، جنتی عورتوں کی سردار گھر کے کام کاج کر سکتی ہے تو آج کل کی خواتین کیوں نہیں کر سکتیں؟ نکاح کا یہی مقصد معروف ہے کہ خاندان کے سارے افراد محبت و الفت کے بندھن میں بندھے ہوں ناں کہ کاغذی معاہدوں کے بندھن میں۔ خاوند کی جیب اجازت دے تو باہم مشاورت سے گھریلو کام کاج کے لیے خادمہ بھی رکھی جا سکتی ہے مگر اس کے لیے بیوی اپنے شوہر کو مجبور نہیں کر سکتی۔ ہاں وہ اپنی جیب خرچ سے ایسا کرنا چاہے تو خاوند اسے منع کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت کی رو سے بیوی کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے۔ انہیں بنیادی ضروریات میں رہنے کے لیے گھر بھی شامل ہے۔ پس بیوی کو رہائش مہیا کرنا خاوند کے ذمہ ہے۔ رہائش بھی خاوند اپنی آمدن کی مناسبت سے مہیا کرنے کا پابند ہے۔ عالیشان محل اور جملہ آسائشیں اس کا لازمی حصہ نہیں ہیں۔

انسان کی بنیادی ضروریات میں لباس بھی شامل ہے۔ پس سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت کی رو سے بیوی کو موسم کے لحاظ سے لباس مہیا کرنا بھی خاوند کی ذمہ داری ہے۔ اس کی مزید صراحت درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ:۲۳۳)

”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہتا ہے۔ اور ان ماؤں کا معروف کے مطابق کھانا پینا اور پہناوا باپ کے ذمہ ہے“۔

یہاں بھی شریعت نے کھانے پینے اور پہناوے (لباس) کے عرف کے موافق ہونے کی شرط عائد کی ہے۔ یعنی کسی خاتون کے اپنے یا اس کے شوہر کے کنبے قبیلے کی خواتین جس درجہ کا لباس پہنتی ہیں اسی درجہ کا لباس فراہم کرنا خاوند کے ذمہ ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی لباس مہیا کرنے کا خاوند پابند نہیں ہے۔ ہاں وہ اپنے وقار کی خاطر اسے جتنا قیمتی لباس پہنانا چاہے پہنا سکتا ہے۔ بشرط یہ کہ لباس کا مقصد شہرت، ریاکاری، تکبر اور مقابلہ بازی نہ ہو۔

اسی آیت سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ بچوں کی ضروریات پوری کرنے کا سامان مہیا کرنا باپ کے ذمہ ہے نہ کہ ماں کے ذمہ۔ البتہ باپ کے مہیا کیے ہوئے سامان ضرورت کو قابلِ استعمال بنانا اور بچوں کو کھلانا پلانا ماں کی ذمہ داری ہے۔

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خواتین کا کھانا پینا اور پہناوا مردوں کے ذمہ ہے۔ (بخاری)

تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود

نوجوان طبقے کے مسائل کا حل:

اسلامی نقطۂ نگاہ سے نوجوان نسل کو درپیش مسائل کی دلدل سے نکال کر جادۂ حق پر لا کھڑا کرنے کا بہترین حل ان کو بروقت اور مناسب رشتہ ازدواج میں منسلک کر دینا ہے، بشرط کہ ان کو وہ تمام اسباب میسر آجائیں جن کو بروئے کار لا کر وہ شادی کے موقع پر حق مہر وغیرہ کی شکل میں اُٹھنے والے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اس سلسلے میں ارشادِ نبوی ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

(صحیح بخاری)

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کسی کو شادی کے اخراجات برداشت کرنے کی ہمت ہو، اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ نکاح آنکھوں میں شرم وحیا کے پیدا کرنے اور ستر کی صیانت وحفاظت کا اہم وسیلہ ہے۔ جو شخص شادی کے اخراجات برداشت کرنے کی ہمت نہ پا رہا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ ان حالات میں اس کے لیے حیوانی خواہشات وجذبات پر قابو پانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔''

اور بعض لوگ محض تعلیمی سلسلے کے منقطع ہو جانے کے خوف سے شادی کرنے میں تاخیر کر دیتے ہیں، حالانکہ شادی تعلیم جاری رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتی کیونکہ اگر نوجوان کا تعلق کسی کھاتے پیتے گھرانے سے ہوگا اور اس کی جملہ ضرورتوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری اس کے والد نے اُٹھا رکھی ہوگی تو پھر بھلا اس صورت میں شادی تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنے میں کیونکر رکاوٹ بن سکتی ہے!

اسی طرح اگر وہ بذاتِ خود صاحبِ حیثیت ہو یا اس کے برسرِ روزگار ہونے کی وجہ سے اسے معقول آمدنی حاصل ہو رہی ہو تو بھی شادی اس کی علمی ترقی کی راہ میں ہرگز حائل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا صاحبِ حیثیت اور خوش حال والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کے سنِ بلوغ کو پہنچتے ہی بلا تاخیر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اس کی شادی کر دیں کیونکہ اس کو شادی کے مقدس اور ذمہ دارانہ بندھن میں باندھ کر اس کے اوقات کو مصروف کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ بوجہ تجرد فحاشی و بے حیائی کے اڈوں پر مُنھ کالا کر کے والدین کی نیک نامی، شرافت اور شہرت کو زمانے بھر میں داغ دار کرتا پھرے!

پس ایسے والدین جن کے بچے سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں اور وہ تونگری اور مال داری کے باوجود ان کی شادی کی طرف دھیان نہیں دیتے، وہ اس صورت میں صرف اپنے بچوں کے ساتھ ہی زیادتی کا ارتکاب نہیں کرتے، بلکہ وہ اپنے آپ پر بھی ظلم ڈھانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔

اگر والدین کی یہ حالت ہو کہ وہ خوش حالی و فراخی کے باوجود بچوں کی بروقت شادی کرنے سے صرفِ نظر کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہوں تو اس صورت میں اگر بچوں کی طرف سے اچھے اور مناسب انداز میں والدین کی توجہ اس جانب مبذول کرادی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، بشرط کہ اظہارِ مقصد کے لیے نہایت شائستہ اور مہذب پیرایہ اور انداز اختیار کیا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا رویہ اختیار کرتے ہوئے ہر اُس بات سے گریز کرنے کی کوشش کی جائے جو ان کے لیے دلی صدمے اور ذہنی اذیت کا باعث بن سکتی ہو۔

یہ اُصولی بات تو ہر شخص کو اپنے ذہن میں اچھی طرح جاگزیں کر لینی چاہیے کہ ربِ کائنات نے اس وقت تک کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا جب تک اس کی جگہ کسی دوسری چیز کو اس کے متبادل کے طور پر جائز قرار نہ دیا ہو۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں سود کو ناجائز

قرار دیا ہے، وہاں اس کی جگہ اس کے متبادل کے طور پر تجارت کو جائز ومباح ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح حیوانی جذبوں کی تسکین کے لیے اگر بدکاری کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس کے لیے نکاح کے جائز ذریعے کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ نکاح ہی ہے جس میں نوجوان طبقے کے اکثر وبیشتر مسائل کا حل پوشیدہ طور پر رکھ دیا گیا ہے۔

ہاں، اگر کسی نوجوان کے لیے مالی کمزوری کے باعث نکاح کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس کے مسئلے کا حل درج ذیل ہے:

ا۔ احکامِ شریعت کی پابندی کے ساتھ روزے رکھنا:

گزشتہ سطور میں گزرنے والی حدیث کے ٹکڑے ((ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإنہ لہ وجاء)) (جو شخص نکاح کے اخراجات برداشت کرنے کی ہمت نہ پاتا ہو، اس کو روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ اس کے حیوانی جذبات کو گھٹانے اور ان پر قابو پانے کا اہم ذریعہ ہے) کی روشنی میں اسلامی قوانین واحکام کی پاسداری کے ساتھ روزے نہ صرف نوجوان طبقے کے مسائل کا بہترین حل ثابت ہو سکتے ہیں، بلکہ ان کی جوانی وصحت کی حفاظت کی ضمانت فراہم کرنے میں بھی بڑا فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔

روزہ صرف کھانے پینے والی چیزوں سے ہاتھ اُٹھا لینے اور ان کے استعمال سے رُک جانے ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام کی گئی تمام چیزوں کی جانب نگاہ تک بھی اُٹھا کر دیکھنے سے احتراز برتنا، اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرنا، حیوانی جذبات میں ہلچل مچا دینے والی فلموں کے دیکھنے سے اپنی نگاہوں کو بچانا اور ٹی وی وغیرہ پر پیش کیے جانے والے بیہودہ وفحش قسم کے سلسلہ وار فیچرز اور جنسی ڈراموں سے لطف اندوز ہونے سے مکمل طور پر بچتے رہنا بھی روزے کے آداب میں شامل ہے۔ اس لیے ہر نوجوان کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو اجنبی عورتوں سے بچائے اور اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ صحت وتندرستی کا انحصار صرف اور صرف عفت وپاک دامنی کا راستہ اختیار کرنے میں ہے۔ وہ تمام مصائب وآلام جو انسانی زندگی کے لیے روگ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں، وہ اس وقت تک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتے جب تک کہ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور حیوانی جذبات کی تسکین کے

لیے اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق جائز ذریعے کو اختیار نہیں کرتا۔ اسلام نے اس کے لیے جس ذریعے کو جائز قرار دیا ہے، وہ نکاح کا پاکیزہ ومقدس بندھن ہے جو عمدہ خصوصیات اور بہترین نتائج واثرات کا حامل ہونے کے علاوہ نکاح کرنے والے کے لیے نیک نامی اور اچھی شہرت کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔

۲۔ ذہنی مصروفیت کے کاموں میں انہماک:

نفسیات دان کہتے ہیں کہ انسان میں فطری طور پر جو نفسانی خواہشات اور حیوانی جذبات پائے جاتے ہیں، ان کو جس طرح بڑھانا ممکن ہے، اسی طرح ان کو گھٹانا اور ان پر قابو پانا بھی ممکن ہے۔ اس قول کی روشنی میں یہ کہنا درست ہوگا کہ اگر بعض ذرائع انسان میں ودیعت کیے گئے فطری حیوانی جذبوں کو اُبھارنے اور اُکسانے کا کام دیتے ہیں تو بعض دوسرے وسائل ایسے بھی ہیں جو ان پر قابو پانے میں مدد دیتے ہیں۔ ان مختلف اسباب ووسائل میں سے انسان ذہنی طور پر مصروف رہ کر اپنے آپ کو اس قسم کی سوچوں سے بلند وبالا کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر پابندیِ صوم وصلاۃ، تلاوتِ قرآنِ حکیم اور مطالعۂ حدیث وسیرتِ رسول ﷺ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو نفس کو حیوانی جذبات کی اتھاہ گہرائیوں سے اُٹھا کر روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اسی طرح کاروباری مصروفیت، تحقیقی وعلمی کاموں میں بے پناہ محویت، ذی روح اشیاء کے بغیر نہروں، درختوں اور پہاڑوں کے خوب صورت ودل فریب مناظر کی تصویر کشی ورنگ سازی اور ہلکے پھلکے ترنم خیز نغمات سے دل کا بہلانا بھی اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ مدد دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے مفید وکار آمد ذاتی دلچسپی کے کام ایسے ہیں جن کے ذریعے فارغ لمحات کو مصروف کر کے حیوانی جذبات کی مُنہ زوری اور سرکشی کو مات دی جاسکتی ہے۔

۳۔ جسمانی مشقت کے کاموں میں دلچسپی:

اس کا مقصد اپنے آپ کو جسمانی مشقت کے مختلف کاموں میں مصروف رکھ کر ذہنی بگاڑ کی اصلاح کرنا ہے کیونکہ جسم کی بناوٹ اور اس کے ڈیل ڈول کی بہترین ساخت پر خصوصی توجہ دینا، اسکاؤٹ گروپوں کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور غیر مخلوط ادبی مجالس ومحافل میں عملی طور پر شرکت وغیرہ ایسے کام ہیں جو نوجوان طبقے کے ذہن کو نہ صرف حیوانی جذبوں کی سوچ سے پاک

کرتے ہیں، بلکہ انھیں حرام کاری کے ارتکاب سے محفوظ رکھ کر جسمانی، مذہبی اور اخلاقی اعتبار سے پہنچنے والے نقصانات سے بھی بچاتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی کوئی نوجوان اپنے ذہن کے کسی گوشے میں حیوانی جذبے کو اُبھرتا ہوا محسوس کرے تو اسے اپنے آپ کو جسمانی مشقت کے کسی کام میں لگا کر اپنی خداداد صلاحیتوں اور قوائے جسمانی کے کھپانے کے لیے کسی صحیح مصرف کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اس غرض کے لیے تیز لمبی دوڑ، ویٹ لفٹنگ، زور آزمائی، گھوڑ دوڑ، نیزہ بازی، تیراکی اور علمی و ذہنی آزمائش کے مقابلوں وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا حیوانی جذبوں کو گھٹانے اور ان میں خاطر خواہ حد تک کمی کرنے کے سلسلے میں نہایت ہی مفید و ثمرآور ثابت ہوسکتا ہے۔

۴۔ کتبِ دینیہ کا مطالعہ:

ایسی کتابیں جو نوجوان نسل کے بگاڑ کو سنوارنے اور ان کے افکار و خیالات میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے حیرت انگیز طور پر اپنا اثر رکھتی ہیں، ان میں قرآنِ پاک اور کتبِ حدیث و کتبِ تفسیر سرِ فہرست ہیں، اس لیے اگر قرآنِ پاک کی کثرت کے ساتھ تلاوت کی جائے اور کتبِ حدیث و تفسیر کو مسلسل زیرِ مطالعہ رکھا جائے تو اس سے بڑے دور رَس نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اگر قرآن کے بعض اجزاء یا اس کی چند سورتوں کو حفظ کر لینے کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویہ کے ایک مجموعے کو بھی زبانی یاد کرلیا جائے تو اس سے مزید بہتر فوائد حاصل ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح سیرتِ نبوی، تاریخ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور عظیم مسلم اسکالرز کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتابوں سے اِستفادہ کرنا بھی موجودہ صورت میں مفیدِ مطلب ہوسکتا ہے۔ جدید آلات کے ذریعے قرآنِ پاک کی تلاوت کی سماعت اور دینی و علمی موضوعات پر مبنی لیکچرز سے استفادہ بھی نوجوان طبقے کے فکر و عمل کے درمیان مثبت رابطہ پیدا کرنے میں بنیادی اور اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

پچھلی سطور میں جس مسئلے پر بحث کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نوجوان طبقے کی بے راہ روی اور ان کی ابتری کا بہترین حل تو بہرحال ان کی بروقت شادی ہی ہے، لیکن اگر کسی کے لیے حالات کے پیشِ نظر شادی کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے احکامِ شریعت کے مطابق روزے رکھنا، ذہنی و فکری مصروفیات کے کاموں میں دلچسپی اور جسمانی مشقت کے کاموں کی طرف رغبت

ومیلان ایسی چیزیں ہیں جو حیوانی جذبات پر قابو پانے میں نہایت معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔اسی طرح ذہنی، فکری، علمی، اصلاحی اور تربیتی کتابوں کے ساتھ شغف اور ان کا کثرت کے ساتھ مطالعہ بھی انسان کے لیے ذہنی پراگندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بہت اہم ذریعہ ہے کیونکہ علم سے انسان کو وہ روشنی میسر آتی ہے جس سے اس کا قلب منور اور ذہن پُرسکون ہو جاتا ہے اور علم ہی وہ طاقت ہے جو انسان کو عزم و ہمت کا پہاڑ بنا دیتی ہے۔ چونکہ علم سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے، اس لیے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ علاوہ ازیں محرمات سے اجتناب اور نگاہوں کی حفاظت کے بھی انسان کے دل و دماغ پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس لیے اس جانب بھی خصوصی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔

مندرجہ بالا احتیاطی تدابیر اِختیار کرنے کے علاوہ بارگاہِ الٰہی میں نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ دست بہ دُعا بھی رہنا چاہیے، تاکہ اللہ رب العزت اپنی کمال شفقت و مہربانی سے اسلامی نکاح کے راستے میں غیر اسلامی رسومات کے رواج پا جانے کی وجہ سے حائل تمام مشکلات دور فرما کر نوجوان طبقے کو درپیش مسائل سے نجات دلائے۔ (جاری ہے)

لفظ زندہ رہتے ہیں

امام ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کے احوال کا جائزہ لیا تو بڑا ہی عجیب معاملہ پایا، گھروں کے اُجڑنے پر روتے ہیں پیاروں کی موت پر آہیں بھرتے ہیں معاشی تنگ دستی پر حسرتیں کرتے ہیں اور زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے ہیں کہ اسلام کی عمارت گر رہی ہے، دین فرقوں میں بٹ چکا ہے سنتیں مٹ رہی ہیں بدعات کا غلبہ ہے اور گناہوں کی کثرت ہے لیکن ان میں سے اپنے دین کے لیے رونے والا کوئی نہیں اپنی عمر برباد کرنے پر کسی کو افسوس نہیں ہے اپنے وقت کے ضائع کرنے پر کسی کو غم نہیں ہے، میں ان سب کا ایک ہی سبب دیکھتا ہوں کہ دین ان کی نظر میں ہلکا ہو گیا ہے اور دنیا ان کی فکروں کا محور بن چکی ہے۔ (الآداب الشرعیہ لابن مفلح: ۳/ ۲۴۰)

سود کی حرمت بارے وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ
دیر آید درست آید

ابوفیصل محمد منظور انور

تمام اسلامی مکاتب فکر کے اہل علم کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ اسلامی شریعت سود لینے اور سود دینے کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ رِبا یا سود حرام ہے کیونکہ اللہ احکم الحاکمین نے اسے حرام کردیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے''۔ اور فرمایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو! اور جو سود بچا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے اصل مال ہی ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پھر ہر شخص نے جو کچھ کیا ہوگا اسے پورا پورا ملے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا''۔ علاوہ ازیں اللہ کے رسول ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے اور سودی معاملہ لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے (ابن ماجہ)۔ سود سماجی انصاف اور مساوی لین دین کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ یہ امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بناتا ہے۔ اسلام کسی بھی ایسے لین دین کی ممانعت کرتا ہے جس میں استحصال یا کسی کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے کا عنصر ہوتا ہے۔

24 جون 2002ء کا دن اس لحاظ سے پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا کہ اس دن سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے 14 نومبر 1991ء کے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر انسدادِ سود کے خلاف گزشتہ 30 سالوں کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ حالانکہ یہ اسلامی تعلیمات

کے عقائد کے اعتبار سے بدترین گناہ شرک ہے جس کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (سورۃ النساء 48 اور 116) اور عمل کے اعتبار سے بدترین گناہ سودی لین دین ہے جس کے خلاف اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت 279)

سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اس وقت کی حکومت کی خواہشات کے عین مطابق اور دباؤ کا نتیجہ تھا۔ تاہم مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ اس فیصلے کے خلاف مسلمانانِ پاکستان اور دینی و مذہبی حلقوں کی طرف سے مطلوبہ شدید ردعمل بھی سامنے نہ آیا تھا جس کی توقع کی جارہی تھی اس فیصلے کے خلاف مؤثر احتجاج نہ ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ بحیثیت قوم ہماری دینی حمیت اور غیرت مرچکی ہے اور ہم زبانی کلامی اسلام کے دعویدار اور ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا انتہائی حد تک ضروری ہوگیا تھا کہ سود کی حرمت بارے سپریم کورٹ میں اٹھائے گئے اعتراضات کے جواب دیے جائیں۔ سود کی خباثتوں اور تباہ کاریوں سے آگاہی حاصل کی جائے۔ سود کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔ اہل پاکستان کی اسلامی غیرت کو جگایا جائے۔ دستورِ پاکستان کے مطابق ریاستِ پاکستان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ربا یعنی سود کے خاتمے کا جلد از جلد اہتمام کرے۔ جب وفاقی شرعی عدالت کو دستوری حکم نامے کے ذریعے تشکیل دیا گیا تو دس سال کے لیے معاشی قوانین کو اس کے دائرہ کار سے خارج رکھا گیا۔ یہ پابندی جیسے ہی ختم ہوئی تو ملک میں جاری سودی نظام کے خاتمے کے لیے وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا گیا۔ معزز عدالت نے سود کو اسلامی تعلیمات اور مذکورہ دستوری تقاضے کے منافی اور ممنوع قرار دیا۔ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ نے اس فیصلے کی توثیق کی۔ مگر اس فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کا فیصلہ کرتے ہوئے اس معاملے کو وفاقی شرعی عدالت کی طرف واپس بھیجا۔ وفاقی شرعی عدالت نے بجا طور پر اس حوالے سے تشویش کا اظہار کیا ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران اس فیصلہ میں مسلسل تاخیر ہوتی رہی۔ تاہم اس تاخیر کی وجوہات کو نظر انداز کرتے ہوئے معزز عدالت نے ایک نہایت اہم اور مثبت پہلو کی نشاندہی کی ہے اور وہ یہ کہ اس بیس سال کے دوران مالیاتی اور بنکنگ نظام میں ہونے والی بہت سی پیش رفت نے ان بہت سے سوالات اور نکات کو غیر اہم بلکہ بڑی حد تک غیر متعلق بنا دیا ہے جو کہ فیصلہ اور شریعت اپیلٹ بینچ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرتے ہوئے اٹھائے گئے تھے۔ عدالت نے واضح کیا کہ ہماری جانب سے کہنے کے باوجود اس بار بھی اصل تحریریں عدالت کے سامنے پیش

نہیں ہوئیں۔ فیصلہ کے مطابق درخواست دہندگان کو ایک بار پھر موقع دیا گیا کہ وہ اس ضمن میں باقاعدہ اصل مآخذ اوران کے حوالوں کے ساتھ لوازمہ فراہم کر دیں۔ تاہم ایسی کوئی چیز عدالت کے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس نیشنل بنک نے اپنے جواب میں اسلامی بنکاری کے حوالہ سے اپنی پیش رفت بتائی جو اس کی علامت تھی کہ خود بنک کے اپنے سابقہ موقف میں بہت تبدیلی آ چکی ہے۔ اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے سات مختلف اسکالرز کے حوالہ سے کچھ تفصیلات فراہم کیں۔ تاہم ان میں سے بیشتر بھی اصل مآخذ پر مبنی نہیں تھیں۔ اسی ضمن میں عدالت نے اسٹیٹ بنک پر یہ تبصرہ بھی کیا ہے کہ اپنے دلائل کے مقابلہ میں اسلامی بنکاری میں اپنے عملی کردار سے وہ خود اپنے موقف کی تردید کر رہا ہے۔ فیصلہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کے باوجود عدالت نے اپنے طور پر ان اسکالرز کی آرا کا جائزہ لیا ہے۔ عدالت نے انہیں نکات کی صورت میں متعین کیا ہے اور اپنے فیصلہ میں ان نکات کا احاطہ کیا ہے۔ عدالت نے ان چالیس سے زیادہ قانون دانوں، علماء، ماہرین اور پروفیشنلز کی فہرست دی ہے اور ان کا شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے کسی بھی شکل میں عدالتی بحث میں معاونت کی ہے۔

28 اپریل 2022ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعہ اپیلنٹ بنچ نے اپنا تاریخی فیصلہ دیا جس میں سود کی تمام شکلوں اور اسے کسی بھی نام سے پکارا جائے کو ممنوع اور خلاف اسلام قرار دے دیا ہے۔ عدالت نے ملک کو سود کی برائی سے نجات دلانے کے لیے مرحلہ وار طریقہ کار بھی بتا دیا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں کچھ قوانین 31 مارچ 2000ء سے، کچھ دوسرے قوانین 31 جولائی 2000ء سے، اور 30 جون 2001ء سے سود کی اجازت دینے والے یا معاف کرنے والے تمام قوانین ختم ہو جائیں گے۔ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے 1991ء میں سود کی اجازت دینے والے قوانین کو اسلام کے خلاف قرار دیا تھا۔ وفاقی حکومت پاکستان اور بعض بینکوں اور مالیاتی اداروں نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعہ اپیلٹ بنچ میں 67 اپیلیں دائر کیں۔ یہ فیصلہ ان اپیلوں کا فیصلہ ہے یہ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت کا حتمی فیصلہ ہے۔ شریعہ اپیلنٹ بنچ جن معزز جج صاحبان پر مشتمل تھا ان کے نام یہ ہیں (1 مسٹر جسٹس خلیل الرحمٰن، (2 مسٹر جسٹس منیر اے شیخ، (3 مسٹر جسٹس وجیہہ الدین احمد اور (4 مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی پر مشتمل تھا۔ وفاقی شرعی عدالت نے تقریباً 20 سال کے بعد سود کے خلاف فیصلہ دیا اور وفاقی حکومت کو حکم

دیا کہ پانچ سال کے اندر نظامِ معیشت کو سود کی لعنت سے پاک کیا جائے۔

اس اہم فیصلے کے ممکنہ اثرات اور آئندہ لائحۂ عمل پر غور کے لیے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے 29 اپریل کو ایک مشاورت کا اہتمام کیا۔ IPS کے زیرِ اہتمام ایک ہائبرڈ گول میز کانفرنس کے شرکاء کا متفقہ نقطہ نظر یہ ہے جس میں وفاقی شرعی عدالت (FSC) کے فیصلے کی ممانعت اور اس کے تمام مظاہر میں دلچسپی کو ختم کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے راستے پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ شرکاء نے اس بات کو سراہا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے اسلام کے احکام کے مطابق سود کی ممانعت کو اس کی تمام شکلوں اور مظاہر میں مطلق قرار دیا ہے یہ ایک تاریخی فیصلہ ہے جو 2002ء سے زیرِ التوا تھا۔ IPS کی گول میز کانفرنس نے ربا سے پاک معیشت پر FSC کے فیصلے کی تعریف کی ہے اور اس پر عمل درآمد کے لیے حکومت، اسٹیک ہولڈرز کی جانب سے ٹھوس کوششوں پر زور دیا۔ سود سے پاک معیشت کے بارے میں FSC کے فیصلے کا بہت انتظار تھا اس فیصلے نے ضرورت سے زیادہ تاخیر کے باوجود، پہلے پیش کیے گئے تمام تحفظات کا سنجیدگی سے جواب دے کر درست سمت کا تعین کیا ہے۔ اس فیصلے نے سود سے پاک معیشت کی قابلِ عمل ہونے کی توثیق کرتے ہوئے اسے سود کے خاتمے کے خواب کی تعبیر کی طرف اہم قدم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت اور تمام اسٹیک ہولڈرز کو اجتماعی طور پر آگے بڑھانے کے لیے ایک قدم کے طور پر آگے جانا چاہیے۔

چیئرمین آئی پی ایس خالد رحمان نے کہا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے بالآخر ربا کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا ہے لیکن اس پر عمل درآمد میں سیاسی مرضی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں۔ اگر سیاسی قوت ارادی موجود نہیں ہے تو یہ اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے معاملے سے بھی بڑی لڑائی ہوگی۔'' اس فیصلے کو اپنے آپ میں ختم نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ پوری معیشت اور مالیاتی شعبے کو اسلام کے احکام کے مطابق ڈھالنے اور ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھنے کی طرف صرف ایک قدم آگے ہے۔ خالد رحمان نے زور دیا کہ وکالت اور آگاہی مہم کے ساتھ ساتھ ٹاسک فورسز اور ورکنگ گروپس بنانے کی ضرورت ہے۔ اور کہا کہ اس اقدام کے لیے بیداری اور حمایت پیدا کرنے میں مرکزی دھارے اور سوشل میڈیا، علما اور سیاست دانوں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اکثر ماہرین نے یاد دلایا کہ اسلامی معاشی نظام کا مطلب صرف سود سے پاک

بینکنگ نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پورا مالیاتی اور معاشی نظام سود سے پاک ہو۔ اس میں بتایا گیا کہ ایف ایس سی نے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے وفاقی حکومت اور متعلقہ محکموں کو 31 دسمبر 2027ء تک ڈیڈ لائن دے کر انتہائی معقول رعایتی مدت دی ہے۔ شرکا نے خبردار کیا کہ کچھ بینک یا یہاں تک کہ کوئی بھی سرکاری محکمہ اس فیصلے پر نظر ثانی کے لیے دائر کر سکتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک اور حکم امتناعی مزید تعطل کا باعث بن سکتا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اس فیصلے کے بعد بینکوں کو کوئی بھی نئی روایتی بینکنگ شاخیں کھولنے کی اجازت نہ دی جائے۔ بینکنگ کے گرے ایریاز کی نشاندہی کر کے انہیں اسلامی بینکاری میں تبدیل کیا جائے۔ تاہم چند بینکنگ مصنوعات ایسی ہیں جن کے لیے اسلامی بینکاری میں کوئی متبادل نہیں ہے۔ تاہم اس کے قابل عمل حل کے لیے سنجیدگی سے کام شروع ہونا چاہیے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معیشت کے مخصوص شعبوں مثلاً زراعت، صنعت، ایس ایم ایز وغیرہ کے لیے فنانسنگ مصنوعات تیار کی جائیں۔ کانفرنس کے شرکاء کا خیال تھا کہ ایف ایس سی کے فیصلے نے اسلامی معاشی نظام کے نفاذ کی راہ میں حائل قانونی مزاحمت کو دور کر دیا ہے اور اس کے فیصلے پر نظر ثانی کا راستہ مؤثر طریقے سے روک دیا ہے۔ یہ فیصلہ سپریم کورٹ کے ریمانڈ آرڈر کی تعمیل میں سنایا گیا ہے اور اس نے فیصلے میں بیان کردہ تمام نکات کو حل کیا ہے۔ اس طرح وفاقی حکومت اگر سپریم کورٹ میں دوبارہ اپیل دائر کرتی ہے تو اس کی کامیابی کے محدود امکانات ہوں گے۔ ایف ایس سی کے فیصلے پر عمل درآمد میں سب سے بڑا چیلنج حکومت کی اس حوالے سے سنجیدگی ہوگی۔ بینکوں اور مالیاتی اداروں کو مصنوعات کی دوبارہ انجینئرنگ کرنا ہوگی۔ تاہم یہ کیسے کرنا ہے اس کے بارے میں آگاہی کی ایک بہت بڑی کمی موجود ہے۔ چیزوں کو واضح کرنے کے لیے ایف ایس سی کے فیصلے پر تفصیلی گہرائی سے تنقید کی ضرورت ہے۔ اقتصادی اور مالیاتی نظام کے بنیادی اصولوں کو تبدیل کرنے کے لیے اس بڑی مشق کے نفاذ کے لیے ذمہ داریوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ صرف اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا فرض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس نے پہلے ہی اس سلسلے میں کافی کام کیا ہے۔ بینکوں کے کام کو آسانی سے تبدیل کیا جا سکتا ہے تاکہ انہیں اسلامی بینکاری کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکے، بڑا مسئلہ یہ ہوگا کہ سرکاری قرضوں جیسے ٹی بلز، سکوک وغیرہ کو کیسے ہینڈل کیا جائے۔ اسلامی مالیات اور معیشت کے حوالے

سے مالیاتی خواندگی کا فقدان۔ اسٹیٹ بینک کو مالیاتی شعبے میں اسلامی روح کے جوہر کو ابھارنے کے لیے مزید کام کرنا چاہیے۔ اسلامی معیشت کا فوکس بینکنگ سیکٹر سے ہٹ کر ریاست اور معاشرے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہیے۔ عوامی بیداری پیدا کرنے کی فوری ضرورت ہے اور یہ کام مقامی زبانوں کے ذریعے کیا جانا چاہیے تاکہ مشق کو مزید موثر بنایا جاسکے۔ IPS کے شرکاء نے مزید کہا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور سود پر مبنی لین دین، ذخیرہ اندوزی اور قیاس آرائیاں نچلی سطح پر بھی بڑے پیمانے پر موجود ہیں، جن پر اسلامی اسکالرز اور میڈیا کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ 1992ء میں سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا تھا لیکن اس وقت کی نواز شریف حکومت نے اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا اور پھر یہ معاملہ عدالتوں میں گزشتہ 30 برس تک لٹکتا رہا اور یوں پاکستان کی معیشت اور اس کی عوام کی بڑی تعداد سود جیسے بڑے گناہ میں کسی نہ کسی طرح مبتلا رہی۔ سود کے خلاف 1992ء کے فیصلے پر عملدرآمد کی بجائے اسے چیلنج کرنے کا فیصلہ اس وقت کی نواز شریف حکومت کا ایک ناقابل معافی گناہ ہے جس کا جواب اسے روزِ محشر ادا کرنا ہوگا۔ تاہم نواز شریف کے پاس اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے کا سنہری موقع ہے۔ آج پاکستان کے وزیراعظم شہباز شریف ہیں جو نواز شریف کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سود کتنا بڑا گناہ ہے اس بارے میں میاں صاحب کو خوب معلوم ہوگا ان کو چاہیے کہ وزیراعظم شہباز شریف کو سختی سے ہدایت جاری کریں کہ وہ شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کو مزید لٹکانے کی بجائے سنجیدگی سے اس پر فی الفور اور جلد از جلد عملدرآمد کروانے کے لیے اقدامات کریں تاکہ پاکستان کی قوم کو اس لعنت سے چھٹکارا مل سکے۔ مجھے یقین ہے کہ اس لعنت سے ہم جان چھڑائیں گے تو اس سے پاکستان اور عوام دونوں خوشحال ہوں گے یہودیوں کی سازشوں کے نتیجے میں اس وقت دنیا بھر کی اقوام سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہیں اور اس کا خمیازہ بھی بھگت رہی ہیں۔ ایک مسلمان ملک ہونے کی حیثیت سے ہمیں جلد از جلد اس ظالمانہ سودی نظام سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بقول علامہ اقبال

ؔ ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جُوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

شاکلہ ـــــ ہے کیا؟

ع ۔ت بنتِ فاروقی

(ماخوذ از بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

اس دنیائے فانی کا ہر انسان ممتاز اور یکتا ہے۔ جیسے کوئی سے دو نفوس کے FINGER PRINTS ایک سے نہیں، ایسے ہی تمام بنی نوع انسان اپنی عادات، اطوار، رہن سہن اور چال چلن میں منفرد ہیں۔ نسل انسانی میں تنوع اور امتیاز کلامِ ربانی میں ''شاکلہ'' کہلاتا ہے۔

ہر انسان کو موروثاً ملنے والے جینیاتی عوامل (GENES) اور اس کو ملنے والا ماحول (ENVIRONMENT) مل کر انسان کی شخصیّت (PERSONALITY) کے خواص (CHARACTERISTICS) اور LIMITATIONS بناتے ہیں وہ اس انسان کا شاکلہ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی دھاتی چیز ڈھالنی ہو تو پہلے اس کا سانچہ یا PATERN بناتے ہیں اور مائع دھات جب اس سانچے میں ڈالی جاتی ہے تو ہو بہو ویسی نکلتی ہے جیسے کہ اس کا سانچہ تھا بعینہٖ انسان اپنی وراثت اور ماحول کے ملنے سے جو پیداوار بنتا ہے وہی اس کا شاکلہ ہے۔ یعنی آدمی کو ملنے والے موروثی عوامل اور اس کو میسّر آنے والا ماحول مل کر انسان کی شخصیّت و کردار کا جو ہیولیٰ (SKETCH) بناتے ہیں وہ شاکلہ کہلاتا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت 84 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ......

''کہہ دو کہ ہر شخص اپنے شاکلہ کے مطابق عمل کرتا ہے......''

یعنی نیکی کے حصول اور برائی سے بچاؤ کے لیے جو کوشش کرنی ہے وہ اپنے شاکلہ کے اندر رہ کر کرنی ہے۔ گویا کسی انسان کا شاکلہ اس کے اعمال و افعال کی حدود کا تعین کرتا ہے۔ نہ تو وہ ان حدود سے تجاوز کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ ان سے بڑھ کر عمل کرنے کا مکلّف ہے۔ انگریزی محاورے کے مطابق: ONE CANNOT GROW OUT OF ONE'S SKIN کہ بندہ اپنی کھال کے اندر اندر ہی موٹا ہو سکتا ہے اس سے باہر نہیں۔ چنانچہ ہر شخص اپنے شاکلہ کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور اللہ کو خوب علم ہے کہ اس نے کس کو کس طرح کا شاکلہ دے رکھا ہے (فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا)۔

دنیا کے کاموں اور فائدے کے لیے ساری ذہانت، محنت، گفتار اور صلاحیتیں لگانے کے بعد دین کے کاموں کے لیے یہ کہنا کہ ''ہمارے اندر تو اس کی استعداد ہی نہیں''، درحقیقت اللہ کے خالق اور علیم ہونے کو چیلنج کرنا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ کے مطابق: "اَلنَّاسُ كَالْمَعَادِنِ" ''انسان معدنیات کی طرح ہیں''۔ اپنی ذات کو کھوجیں، اپنی صلاحیتیں کھود کھود کر باہر نکالیں، اپنے جوہر کو پہچانیں، اپنی خصوصیات کا تجزیہ کریں، اور ان کو اللہ کے دین کی خاطر کھپا دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے شاکلہ سے بخوبی واقف ہے۔ ہر انسان کو بہرحال اپنی صلاحیتوں، خاصیتوں اور خامیوں کے اندر اندر جوابدہی کرنی ہے۔ کیونکہ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:286)

''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا''

جتنی وسعت اور استعداد ہے، جیسا شاکلہ ہے ویسی ہی پوچھ گچھ ہوگی۔ اگر صلاحیتیں 100 درجے تھیں تو 50 درجے عمل کر کے چھوٹ نہیں سکیں گے اور اگر شاکلہ ہی 20 درجے کا تھا تو ہو سکتا ہے کہ 18 درجے عمل کر کے ہی فلاح پا جائیں۔ ہر شخص اپنی ذہانت، قوتِ گفتار، قوتِ قلم، رزق، ماحول، اثر و رسوخ، شخصیت، خاندان، غرض ہر عطائے ربانی کو اپنی ''شاکلہ'' سمجھتے ہوئے ان تمام نعمتوں کو رب تعالیٰ کے راستے میں کھپا دے تا کہ روز آخر کی جوابدہی میں آسانی رہے۔ (آمین)

خوبصورت عمل

قرۃ العین خان

آغاز آفرینش سے تا دمِ تحریر ایک خوبصورت عمل ایسا ہے جو جاری ہے اور جاری رہے گا جس دن یہ عمل رُک گیا اس دن اس کارخانۂ حیات کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ اس مبارک عمل کو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام سر انجام دیتے تھے اور جب سلسلۂ نبوت کی تکمیل ہوگئی تو اب یہ کارِ رسالت ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور نبی مہربان کی شفقت سے ہر ہر اُمتی کے ذمے ہے خواہ وہ عالم ہے یا اُمّی۔ یہ خوبصورت عمل دعوت الی اللہ کا عمل ہے جسے رب کائنات نے خود پسند فرمایا اور سورۂ حم السجدہ میں ارشاد فرمایا کہ ''اس شخص سے خوبصورت بات کس کی ہوسکتی جو اللہ کی طرف بلائے اور خود نیک عمل کرے''۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ ''پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک ہی آیت'' نے اس خوبصورت عمل میں اپنی پوری امت کو شامل فرمالیا۔ اس مبارک عمل کا منبع و سرچشمہ اللہ کی کتاب قرآن اور نبی کا فرمان حدیث ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ (آپ قرآن کے ذریعے نصیحت کیجیے اُس کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے) لیکن آج امت دوسروں کو کیا دعوت دیتی خود اپنے آپ کو فراموش کیے بیٹھی ہے۔ جس کا گلہ اقبال بھی اپنے اشعار میں کرتا نظر آتا ہے:

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

آج ہر دینی اجتماعیت خواہ وہ مسلکی بنیاد پر قائم ہے یا مسلک اور تقلید سے آزاد، اپنے

کارکنوں کو دعوت وتبلیغ کے لیے آمادہ کرتی نظر آتی ہے۔غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعتیں بھی کارکنوں پر اسی کام کی اہمیت واضح کرنے اور انہیں اپنے اوقات کو فارغ کرنے کے لیے زور دیتی دکھائی دیتی ہیں۔ جہاں اور جس اجتماعیت میں یہ کام ہو رہا ہے اگر چہ واضح ہو یا مبہم اس کی برکات سر کی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہیں۔انفرادی سطح پر سیرت وکردار میں نمایاں تبدیلی ہوتی دکھائی دیتی ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اجتماعی تبدیلی کی اہمیت زیادہ ہے لہٰذا ان کی توجہ اسی پر مرکوز ہوتی ہے لیکن اجتماعی تبدیلی لانے کے خواہشمند اگر اپنے 5 یا 6 فٹ کے وجود میں تبدیلی نہیں لا سکتے تو اجتماعی تبدیلی لانے کی خواہش اپنے آپ کو دھوکا دینے کے سوا کچھ نہیں۔اور اسی طرح دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے اسی کام کو کل سمجھ لینا اور جہاد سے پہلوتہی اختیار کرنا بھی ایک ایسے سے کم نہیں۔خیر یہ بحث تو جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں آ گئی اصل بات ہو رہی تھی خوبصورت عمل کی، جو جس کی زندگی میں زیادہ ہوگا اس کی شخصیت کو بلند کرتا جائے گا کیونکہ یہ عمل انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ کا مستقل طریقہ ہے۔آیئے اس خوبصورت عمل کا آغاز کریں۔ الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر پہلے اپنے گھر اور پھر درجہ بدرجہ دوست احباب تک قرآن وحدیث کی دعوت کو پہنچائیں تا کہ وہ جمعیت فراہم ہو سکے جو باطل نظام کے سامنے کھڑی ہو سکے اور غلبہ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔

گزشتہ دنوں ایک مُرَبّی نے اپنے وعظ کے دوران ایک بات کہی کہ کم از کم دعوتِ دین کے لیے اتنا ہی وقت نکال لیں جتنا آپ فیس بک کے لیے نکالتے ہیں اور قرآن کو اتنا ہی وقت دے دیں جتنا واٹس ایپ کو دیتے ہیں تو میں اپنے گریبان میں جھانکنے پر مجبور ہو گیا، جہاں سوائے شرمندگی کے کچھ نہ تھا۔ابھی بھی مہلت موجود ہے کچھ کر لیں اور اپنے نامہ اعمال میں خوبصورت عمل کا اضافہ کرنا شروع کر دیں۔یقین جانئے میں نے اپنی 31 سالہ تحریکی زندگی میں دعوتِ دین میں لگنے والے لوگوں کو بہت ترقی کرتے اور عزت پاتے دیکھا ہے۔

ؔ وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

یادِ فاروقیؒ

بانی مدیر انجینئر مختار فاروقی مرحوم و مغفور کی یاد میں ایک بھرپور خصوصی شمارہ کی اشاعت (نومبر 2021ء) کے بعد بھی کچھ حضرات ان سے متعلق اپنی تحریریں ارسال کر رہے ہیں۔ ادارہ نے مرحوم کی یادوں سے متعلق تحریروں کے لیے چند صفحات مقرر کیے ہیں جن میں وقفہ وقفہ سے ان کو شائع کیا جائے گا۔ اِن شاءاللہ

21 ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ملیر کینٹ، کراچی

مجھے آپ کے والد گرامی انجینئر مختار فاروقی صاحب مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ، کے حادثۂ انتقال کا سن کر دلی صدمہ پہنچا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ بڑے صاحب علم وعمل والے انسان تھے۔ قرآن پاک کی خدمت میں مخلص تھے۔ ان کا بیان بڑا مؤثر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قرآنی خدمات کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں، جنت الفردوس میں جگہ دیں اور آپ سب متعلقین کو صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین۔ بروقت اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے تعزیت میں جو تاخیر ہوئی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

22 سیّد شاہ عالم زمرد اکبرآبادی

دھوک گنگال، راولپنڈی

مجھے ماہنامہ ترجمان القرآن سے معلوم ہوا کہ محترم باوقار شخصیت، لوگوں کے دلوں کی دھڑکن، چہرہ نور سے سجا ہوا، دل بہار شخصیت انجینئر مختار فاروقی صاحب ستمبر 2021ء میں روٹھ کر

چلے گئے جہاں سے کوئی نہیں آتا،صرف یادیں رہ جاتی ہیں۔جتنی عمر انھوں نے پائی اس سے زیادہ کام کر کے دکھایا۔یہ ان کی حسن کارکردگی کی مثال ہے۔اللہ ان کے درجات بلند کرے،اُن کی لحد سدا پھولوں سے مہکتی اور ڈھکی رہے۔ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور اپنا کام کر کے جلد ہی لمبی رخصت پر چلے جاتے ہیں۔میں روز اُن کو پڑھ کر بخش دیا کروں گا۔15 سپارے میں نے بھی حفظ کر رکھے ہیں، جوانی میں ایسا برا بخار ہوا کہ بال جھڑ گئے اور دماغ میں کچھ یاد نہ رہا۔اب 80 عمر میں کیا رکھا ہے۔آپ نے اچھا کیا جوان کی یادوں کو یک جا سمیٹ کر کتاب کی شکل دی ہے۔میں خود بھی 4 سال سے علیل ہوں اگر ممکن ہوتو ''یادِ فاروقی نمبر'' کی ایک جلد اعزازی عام ڈاک سے ارسال کر دیں۔۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

23 عبداللہ ابراہیم بن مختار حسین فاروقی
جھنگ (قسط نمبر 6)

اُس دن عید مبارک ہوسی، جس دن فیر ملاں گے

87۔ جھنگ میں علومِ قرآن کی ترویج اور تنظیم اسلامی کا کام والد صاحب کافی عرصے سے کر رہے تھے مگر 1998ء میں جھنگ منتقل ہونے کے بعد یہ کام کافی بڑھ گیا۔جو لوگ شروع میں ساتھ ملے، والد صاحب ان کا بڑا احترام اور لحاظ کرتے تھے۔ان میں سے بعض لوگ شہر سے منتقلی، اختلاف یا کسی اور وجہ سے غیر فعال ہو گئے۔مگر والد صاحب ان سے ویسا ہی تعلق رکھتے اور ان کو مشورے اور شوریٰ میں شامل رکھتے۔نئے آنے والے لوگ ان معاملات پر تعجب بھی کرتے مگر آپ اس طرزِ عمل پر قائم رہے۔

88۔ جھنگ میں مستقل کام شروع ہوا تو یہاں ایک ہی اچھا اور بڑا کاروباری ادارہ شکر گنج شوگر ملز تھا۔والد صاحب نے یہاں کے لوگوں میں کافی کام کیا اور درس و تدریس کا کام کئی سال تک ملز کے اندر ہوتا رہا۔اس ادارہ کے اس وقت کے انچارج محترم اویس قریشی صاحب سے والد صاحب کا گہرا تعلق تھا۔انہوں نے بتایا کہ شروع میں فاروقی صاحب 5 مرلہ جگہ شہر میں لینے کا ارادہ رکھتے تھے تاہم انہوں نے زیادہ جگہ کا مشورہ دیا اور موجودہ اکیڈمی 6 کنال پر قائم ہے۔

89۔ والد صاحب اپنے تمام تعلقات کو عمر بھر نبھاتے تھے۔سکول کے دوست، انجینئرنگ کے

دوست، کاروباری دوست، دینی کام کے دوست اور رشتہ دار سب سے تعلقات قائم رکھتے اور بغیر کسی کام کے بھی رابطہ میں رہتے۔ 71ء میں انجینئرنگ کے بعد 2021ء میں وہ اپنے یونیورسٹی کے دوستوں کی ایک تقریب رکھنا چاہ رہے تھے مگر وہ کرونا کی وجہ سے لیٹ ہوتی گئی اور منعقد نہ ہو سکی۔

90۔ جامع مسجد قرآن اکیڈمی کی زیبائش و آرائش کا والد صاحب کو اپنے مزاج کے مطابق شوق تھا۔ اس پر بعض اوقات بحث بھی ہو جاتی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یہ اپنی ذاتی رقم سے کرتے تھے اور عام عطیات اس میں استعمال نہیں کرتے تھے۔

91۔ دفتری معاملات میں وقت کی پابندی اور اہتمام سے کام کرنا ان کا معمول تھا اگر ان کے ماتحت لوگ اس میں سستی کرتے تو باقاعدہ ناراضگی کا اظہار کرتے اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے۔

92۔ جدید تہذیب کی بجائے دینی تہذیب کو ترجیح دیتے اور اس میں مقامی روایات کو بھی (اگر دین کے اندر ہوں) اہمیت دیتے۔ گھر میں کبھی کبھار دھوتی پہنتے اور عید اور دوسری تقریبات میں کُھسّہ پہننے کو ترجیح دیتے۔ ہمیں بھی اسی کی نصیحت کرتے بلکہ خود کُھسّہ وغیرہ لے کر بھی دیا۔

93۔ والد صاحب کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا یقین تھا اور بچوں سے باتوں میں بھی یہی موضوع رہتا تھا کہ دنیا اور حکومت کے معاملات کو کیسے سنبھالنا ہے۔ اسی طرح جنت اور جہنم کے بارے میں بھی ان کا ذہن واضح تھا اور بچوں سے ستاروں جیسی وسیع زمین بطور جنت ملنے پر بات کرتے رہتے تھے۔

94۔ جو نوجوان دین کے تعلق سے ان کے قریب ہوتے ان پر خصوصی توجہ کرتے اور ان سے دوستی کرتے اور ان کے گھریلو اور ذاتی مسائل بھی گھنٹوں سنتے اور مشورے دیتے۔ اگر ایسے نوجوان سستی کرتے تو بھی ان کا جذبہ بڑھاتے رہتے اور انہیں کہتے کہ دین کے لئے طویل مدتی منصوبہ بنایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ انہوں نے جھنگ میں اس طرح کے کئی نوجوانوں کو مہمیز دی۔

95۔ والد صاحب کا گھرانہ شروع سے ہی کافی روایتی مذہبی تھا۔ لاہور انجینئرنگ یونیورسٹی میں ڈاکٹر اسرار صاحب سے تعارف ہوا اور شیخ وجیہ الدین صاحب (تصوف کے مشہور شیخ اور اسی یونیورسٹی کے استاد) سے بھی تعارف ہوا۔ والد محترم نے نیک نیتی سے قرآن کی تبلیغ اور اقامت دین کی جدوجہد کو اپنے لئے چنا مگر سب سے ذاتی تعلق رکھا۔ مجھے خود والد صاحب کے ساتھ شیخ وجیہ الدین صاحب کے پاس جانا یاد ہے۔ اسی طرح ان سے خط و کتابت بھی چلتی رہتی

اور کچھ خط ابھی بھی ان کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

96۔ والد صاحب 1967ء میں پڑھائی کے لئے لاہور منتقل ہوئے اور پھر 1998ء تک زیادہ تر باہر ہی رہے۔اس لئے مقامی تعلقات کم تھے۔پھر اگلے 23 سال جھنگ رہے اور انہوں نے ہر سطح (دینی، علما، عوام الناس) پر تعلقات بنائے۔قرآن اکیڈمی جھنگ کے آس پاس کے لوگوں میں جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے جاتے۔اکثر بیمار لوگ خود بلاتے کہ ایک دفعہ آ کر مل جائیں اور لوگ وصیت کر کے جاتے کہ جنازہ فاروقی صاحب پڑھائیں۔

97۔ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں بڑے اہتمام سے جاتے اور اکثر ایک دن پہلے پہنچ جاتے اور تمام پروگرام بروقت اور دلجمعی سے سنتے۔چند سال پہلے اجتماع کی رات کافی بارش ہوئی۔والد صاحب کی رہائش کمرے میں تھی مگر وہ دوسرے احباب، جو کہ ٹینٹوں میں تھے، کی مدد میں لگے رہے اور صبح تک طبیعت ناساز ہوگئی۔اس دفعہ وہ وقت سے پہلے اجتماع سے چلے گئے۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی موقع یاد نہیں کہ وہ وقت سے پہلے اجتماع سے چلے گئے ہوں۔

98۔ میرا 18 سال کی عمر میں شناختی کارڈ بنا تو اس پر میری تصویر بڑی عجیب لگ رہی تھی اور میں نے والد صاحب سے کہا کہ اس تصویر کو میں دوبارہ کھنچواوں گا۔والد صاحب نے شناختی کارڈ میرے ہاتھ سے لیا تصویر کو دیکھا اور چوم لیا۔مزید بات کرنے کی گنجائش ہی ختم ہوگئی۔

99۔ سائلین اور مانگنے والوں کے حوالے سے والد صاحب کا طرز عمل یہ تھا کہ اگر کوئی مانگتا تو مناسب رقم دے دیتے اگر دوسری تیسری دفعہ مانگتا تو اس کی تحقیق کرتے اگر درست ثابت ہوتا تو دیتے رہتے ورنہ اس شخص کو دینا بند کر دیتے۔

100۔ قرآن اکیڈمی میں عطیات کے حوالے سے ان کا معیار اور اصول سخت تھے۔اگر کوئی خود عطیہ کی ہوئی چیز بھی ذاتی استعمال کرنی پڑ جاتی تو اس کا کرایہ دیتے۔ایک دفعہ گھر میں کچھ سامان پڑا تھا اور رکھنے کی جگہ مناسب نہیں بن رہی تھی۔ایک رائے آئی کہ اس کو اکیڈمی میں رکھوا دیا جائے۔والد صاحب نے سختی سے کہا کہ یا تو اکیڈمی کو عطیہ کر دی جائے یا گھر میں رکھی جائے کیونکہ اکیڈمی کوئی فالتو چیزیں رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔

فرمودۂ اقبال

فرشتے آدم کو جنّت سے رخصت کرتے ہیں

عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بیتابی
خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی!
سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے لیکن
تری سرشت میں ہے کوکبی و مہتابی!
جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے
ہزار ہوش سے خوشتر تری شکر خوابی
گراں بہا ہے ترا گریۂ سحرگاہی
اسی سے ہے ترے نخلِ کہن کی شادابی!
تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر
کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مضرابی!

قرآن مجید اور آپ کا گھر

- کیا آپ کے گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے؟
- بالغ افراد میں سے کتنے ہیں جو قرآن مجید پڑھتے ہیں؟
- بچوں میں سے کتنے قرآن مجید پڑھتے ہیں؟
- کیا بچوں کو قرآنی قصص وواقعات سنائے جاتے ہیں؟
- کیا گھر میں قرآن مجید کی آیات اور احکام پر باتیں ہوتی ہیں؟
- بڑوں اور بچوں میں سے قرآن کا مفہوم سمجھنے یا ترجمہ جاننے والا بھی کوئی ہے؟
- کیا گھر میں قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے کچھ کتابیں موجود ہیں؟ (مثلاً ترجمے، تفسیریں، قرآنی مضامین ومقالات)
- کیا قرآنی آیات یا اُن کے تراجم کے کتبے دیواروں پر آویزاں ہیں؟
- کیا گھر کے مرد یا خواتین کسی حلقہ درسِ قرآن میں حصہ لیتی ہیں؟

محض آپ کے غور وخوض کے لیے

Vol 16
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
JUNE 2022
No 06

فکرِ فاروقیؒ

سود (INTEREST) کی قباحت اور برائی

شراکت کی بنیاد پر سرمایہ اور محنت سے حاصل کیا گیا منافع محنت کرنے والے کو اور سرمایہ دار کو عموماً برابر برابر تقسیم ہوتا ہے۔ تاہم نقصان کی صورت میں محنت کا نقصان کم اور سرمایہ کا زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ محنت تو صرف ہوئی ہے لیکن حالات کی وجہ سے منافع نہیں ہوسکا لہٰذا محنت کرنے والے کو نقصان کم ہوتا ہے جس کو بالعموم محنت کرنے والا نظر انداز کر کے منافع کی صورت میں سرمایہ دار کو زیادہ منافع دینے پر رنجیدہ ہوتا ہے۔ جبکہ سود کی شکل یہ ہے کہ سرمایہ دار کسی بھی شخص کو ایک خاص طے شدہ شرح (مثلاً 15%) پر حسب خواہش مطلوبہ سرمایہ دے دیتا ہے، اس سرمایہ کے عوض کوئی ٹھوس گارنٹی اپنے پاس ضرور رکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد تجارت میں محنت کرنے والے شخص کو نفع ہو یا نقصان سرمایہ دار کو صرف اپنے طے شدہ شرح سے سالانہ منافع درکار ہوتا ہے۔ شروع میں تو یہ طریقہ محنت کرنے والے کو اچھا لگتا ہے اور دلکش محسوس ہوتا ہے مگر نقصان کی صورت میں یا بیماری کی صورت میں یا موسمیاتی یا قدرتی آفات کی صورت میں نقصان پر بھی اس کو سرمایہ دار کو طے شدہ منافع بہر حال دینا ہوتا ہے۔

یہ طریقہ سودی کاروبار یا INTEREST BASED ECONOMY کہلاتا ہے۔

علاقائی یا عالمی تجارت میں مصروف خاندانوں میں اس کا رواج پہلے بھی تھا اور آج بھی ہے مگر اس طریقے سے محنت کا بدترین شکل میں استحصال ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ طریقہ شریعت موسوی یعنی یہود کے ہاں بھی ممنوع اور حرام تھا (یعنی USURY) اور عیسائیت میں بھی حرام تھا اور اب بھی ہے۔ دین اسلام میں بھی اس کو حرام قرار دیا۔ اس وجہ سے کہ یہ انسانی محنت کا استحصال ہے اور یہ رواج پا جائے تو معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے اور مہنگائی سر اٹھاتی ہے اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(از حکمت بالغہ نومبر 2018ء)